احساس کی آگ
ایم اے راحت

کرائم تھرلر ناول

ایم اے راحت

احساس کی آگ

انسان ہر حال میں جیتا ہے۔ زندگی کے یکساں مسائل بھی اسے زندگی سے بیزار نہیں کرتے۔ بس جیئے جاتا ہے۔ جیسے کوئی انتظار ہو جیسے آگے کچھ ہو...... کیا...... یہ وہ بالکل نہیں جانتا۔ امی بیمار تھیں۔ ان کی دیکھ بھال بھی فرض تھی اور شوہر کے گھر کی ذمے داریاں نبھانا بھی، اس وقت بھی روزینہ امی کے پاس سے ہی آ رہی تھی۔ رات کافی ہو چکی تھی اور پھر فضاء میں دھند بھی اتری ہوئی تھی۔ کار چلاتے ہوئے اسے بار بار آنکھیں پھاڑنا پڑتی تھیں روزینہ بہت سی سوچوں میں ڈوبی ہوئی کار چلا رہی تھی کہ اچانک اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

کوئی سایہ اچانک ہی کھڑکی پر آ گیا تھا۔ یوں محسوس ہوا تھا۔ جیسے دھند نے کسی جسم کی صورت اختیار کر لی ہو۔ روزینہ نے بڑی چابکدستی سے بریک لگا دیئے۔ گاڑی چرچراہٹ کی تیز آواز کے ساتھ رک گئی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں وہ سایہ واضح ہو گیا۔ وہ ایک جوان عورت

تھی جس نے فر کے کالر والا اوور کوٹ پہن رکھا تھا۔ سردی سے بچنے کے لیے کالر اوپر کو اٹھے ہوئے تھے' سر پر سفید اسکاف بندھا ہوا تھا۔ ہاتھوں میں نفیس دستانے تھے۔ اس نے گاڑی کو روکنے کے لیے' ایک ہاتھ اوپر اٹھا رکھا تھا۔

روزینہ نے کھڑکی کا شیشہ گرا دیا۔ عورت اس کے سامنے آ گئی۔ روزینہ اسے دیکھ کر ایک لمحے کو تو بھونچکی سی رہ گئی۔ اسے دل ہی دل میں اعتراف کرنا پڑا کہ ایسی حسین عورت آج تک اس کی نظروں سے نہیں گزری تھی۔ بیضوی چہرہ۔ سیاہ موٹی آنکھیں' اور ان پر جھکی ہوئی' گھنیری پلکیں' بالوں کی ایک لٹ پیشانی پر جھول رہی تھی۔ اس نے کھڑکی پر جھک کر پچھلی سیٹ پر دیکھا۔ جہاں روزینہ کا اٹیچی کیس رکھا ہوا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ اس گاڑی میں میرے لیے گنجائش نکل سکتی ہے۔'' اجنبی عورت نے کہتے ہوئے جواب کا انتظار کیے بغیر پچھلے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ دیا۔

''مجھے افسوس ہے کہ میں زیادہ دور تک نہیں جا رہی۔ جھیل کنول کے دوسری طرف میرا سفر ختم ہو جائے گا۔'' روزینہ نے الجھی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرے لیے اتنا ہی کافی ہوگا۔''

اجنبی عورت کا لہجہ پرسکون تھا۔ وہ دروازہ کھول کر جیسے ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھی روزینہ کو یوں محسوس ہوا جیسے گاڑی مہک اٹھی ہو۔ ایک مخصوص سینٹ کی بھینی بھینی مسحور کر دینے والی خوشبو تھی جو اس اجنبی عورت کے لباس یا جسم سے اٹھ رہی تھی۔ دروازہ کھلنے سے یخ ہوا کا ایک جھونکا اندر گھس آیا تھا۔ جس نے ایک لمحہ کو روزینہ کے جسم پر کپکپی سی طاری کر دی تھی۔ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے وہ اس عورت کے متعلق سوچنے لگی' جو اس کیلئے قطعی اجنبی تھی۔

جھیل کنول کے دوسری طرف ایک آبادی' چھوٹی سی کالونی کی طرح محدود تھی۔ جہاں

کے تقریباً سبھی لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ یہ عورت اگر اس علاقے کی رہنے والی ہے تو اس سے پہلے کبھی نظر کیوں نہیں آئی۔ ایسی حسین صورتیں نگاہوں سے چھپی تو نہیں رہ سکتیں لیکن اجنبی ہونے کے باوجود اس عورت کا چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا۔ شاید اسکی تصویر کہیں دیکھی ہو۔ ممکن ہے وہ کوئی فلم ایکٹریس ہو۔ یا ماڈل گرل ہو۔ اخبارات اور رسالے ایسی عورتوں کی رنگین تصویریں شائع کرتے رہتے ہیں۔

"میں اسٹیشن سے سیدھی سوسائٹی میں جانا چاہتی تھی لیکن غلط بس میں بیٹھ گئی جس نے مجھے اس موڑ پر اتار دیا۔ جہاں سے دوسری بس ملنے کی توقع تھی۔ مجھے وہاں کھڑے ہوئے تقریباً پندرہ بیس منٹ ہو گئے تھے لیکن بس نہیں آئی۔ سردی تھی کہ ہڈیوں میں اتری جا رہی تھی۔ اگر چند منٹ اور کھڑے رہنا پڑتا تو یقین تھا کہ میری قلفی جم جاتی۔"

"میرا خیال ہے کہ تم سوسائٹی میں نہیں رہتیں۔" روزینہ نے ویرانے میں اس کی موجودگی کی وجہ جاننے کے بعد پر سکون لہجے میں دریافت کیا۔

"نہیں میں ایک دوست سے ملنے آئی ہوں۔" روزینہ نے محسوس کیا کہ اس کا جواب اس نے قدرے ہچکچاہٹ سے دیا تھا۔

ممکن ہے وہ جھوٹ بول رہی ہو۔ رات کے اس سمے بے سروسامانی کی حالت ہیں۔ کسی دوست سے ملنے چلے آنا کچھ عجیب سا لگتا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق وہ کہیں باہر سے آئی تھی جبکہ سامان کے نام پر اس کے پاس کوٹ کے رنگ سے ملتا جلتا صرف ایک ہینڈ بیگ تھا۔

روزینہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ اس عورت نے پھر کہا۔ "میرا خیال ہے کہ سوسائٹی کوئی زیادہ بڑی آبادی تو نہیں۔"

"نہیں مختصر سی آبادی ہے۔"

”تب پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ نیو ویلفیئر اسٹریٹ کہاں ہے اور نیو کاٹیج کہاں واقع ہے۔“
اجنبی عورت کہتے ہوئے اگلی سیٹ کی پشت پر جھک گئی۔ اس نے کوٹ کا کالر نیچے گرایا تھا۔
روزینہ نے عقبی منظر پیش کرنے والے آئینے میں پہلی مرتبہ اس کا چہرہ دیکھا تو بری طرح چونک گئی۔ اسٹیرنگ پر اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ انجانے سے خوف کی ایک لہر اس کے پورے جسم میں سرائیت کر گئی تھی۔ لیکن اس نے فوراً ہی اپنے آپ پر قابو پالیا۔ اب وہ جان گئی تھی کہ اس عورت کا چہرہ جانا پہچانا کیوں لگ رہا تھا۔ وہ شیرانہ تھی' کمال کی پہلی بیوی جسے وہ طلاق دے چکا تھا۔ وہ کچھ عرصہ پہلی کمال کے پاس اس کی تصویر دیکھ چکی تھی۔ روزینہ کے دماغ میں آندھیاں چلنے لگیں۔ وہ پریشان ہوگئی کہ روزینہ یہاں کیا لینے آئی ہے۔

”ہاں مجھے معلوم ہے۔“ وہ سر جھٹکتے ہوئے بولی۔ ”نیو ویلفیئر اسٹریٹ ایک مختصر سی سڑک ہے اور نیو کاٹیج اس کے آخری سرے پر واقع ہے۔“

”صرف اتنی زحمت دوں گی کہ مجھے اس پر اتار دو۔ نیو کاٹیج میں خود ہی پہنچ جاؤں گی۔“ شیرانہ نے ہولے سے کہا۔

دھند اب کسی حد تک ختم ہو چکی تھی۔ سڑک کے موڑ پر لگے ہوئے اسٹریٹ پول پر بلب کے چاروں طرف چاندنی کی طرح چمکتا ہوا روشنی کا ایک ہیولا سا بنا ہوا تھا۔ جنرل اسٹور کے نیون سائن کے رنگین روشنیاں دھند سے نبرد آزما تھیں۔ مارس ریسٹورنٹ کے گیٹ پر کھڑا ہوا ایک شخص کار کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا۔ جیسے اس طرح کی چیز پہلی بار دیکھنے کو ملی ہو۔

روزینہ نے کچھ آگے بڑھنے کے بعد ایک سائیڈ اسٹریٹ کے قریب کار روک لی۔

”ہم پہنچ گئے یہ ہی ہے نیو ویلفیئر اسٹریٹ۔“ اس پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر اس گلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

شیرانہ جس طرح کار میں داخل ہوئی تھی۔ اسی طرح کار سے اتر گئی' دروازہ کھلنے سے سرد ہوا کے جھونکے نے ایک بار' روزینہ کو تھرا دیا تھا۔

"مائی گاڈ۔" شیرانہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بڑبڑائی۔ "لگتا ہے۔ جیسے ہم دنیا کے آخری سرے پر پہنچ گئے ہوں۔ کس قدر سناٹا ہے یہاں......"

روزینہ نے کوئی جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔ شیرانہ ہاتھ لہراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ روزینہ چند لمحے تک اس کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اس نے دوبارہ شیرانہ کی طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی اور کار کو متوسط رفتار سے آگے بڑھا دی۔ وہ خود نہیں کہہ پا رہی تھی کہ وہ اس وقت کہاں جا رہی ہے۔ گھر وہ بہرحال نہیں جا رہی تھی۔ جو صورتحال سامنے آئی تھی۔ اس کے پیش نظر اس نے فی الحال گھر جانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

اس کے دماغ میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ کمال کو فی الحال اس کی واپسی کی توقع نہیں تھی اور عین ممکن ہے کہ اس کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے' کمال نے شیرانہ کو ملاقات کے لیے بلا لیا ہو۔ کمال کا یہ اقدام اس کی سمجھ میں نہیں آسکا تھا۔ اگر وہ اپنی سابقہ بیوی کی خیریت دریافت کرنا چاہتا تھا یا اس کی کوئی مدد کرنا چاہتا تھا تو وہ شہر کے کسی ریسٹورنٹ میں بھی ملاقات کر سکتے تھے لیکن اس کی عدم موجودگی میں رات کے وقت شیرانہ کو گھر بلانے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ یہ چھوٹا سا آشیانہ ان دونوں نے مل کر کتنی محنت سے بنایا تھا۔ کیا یہ اس طرح تباہ ہو جائے گا۔

کار متوسط رفتار سے دوڑتی ہوئی آبادی سے باہر آ گئی' دھند اب بالکل صاف ہو چکی تھی۔ کشادہ سڑک کے دونوں طرف اب کھیتوں کا سلسلہ تھا۔ سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر

تھی۔ کبھی کبھار کوئی گاڑی نظر آجاتی۔ کچھ اور آگے بڑھنے کے بعد سڑک کے کنارے ریسٹورنٹ کا نیون سائن بورڈ دیکھ کر اس نے کار کی رفتار کم کر دی۔ اس ریسٹورنٹ کو دیکھ کر ہی اسے بھوک کا احساس ہونے لگا تھا اس نے کار کو ریسٹورنٹ کی پارکنگ کی طرف گھما دیا۔ جہاں اور بھی گاڑیاں اور موٹر سائیکلیں' کھڑی تھیں۔ وہ وقت گزارنا چاہتی تھی۔ سنسان سڑک پر آوارہ گردی کرنے سے بہتر تھا کہ ریسٹورنٹ میں رک کر کچھ کھا پی لیا جائے۔

نیچی چھت والے ہال میں میزیں اور کرسیاں بے ترتیبی سے بکھری ہوئی تھیں' ہال میں تقریباً ایک درجن افراد موجود تھے۔ جن میں زیادہ تعداد نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی تھی۔ ان کا تعلق معاشرے کے اس طبقے سے تھا۔ جہاں یہ سمجھا جاتا ہے کہ دولت ہر عیب چھپا لیتی ہے جوان لڑکیاں رات بھر گھر سے غائب بھی رہیں تو والدین ان سے کوئی باز پرس نہیں کرتے۔ روزینہ نے ہال میں داخل ہونے کے بعد دروازے کے قریب ہی لگے ہوئے میلے سے آئینے میں اپنا جائزہ لیا' اسے دیکھنے والے ہر شخص نے ہمیشہ اس بات کا اظہار کیا تھا کہ وہ اپنی عمر سے بہت کم نظر آتی ہے۔ لوگوں کا یہ خیال غلط نہ تھا۔ تیس سال کی ہونے کے باوجود اس کے چہرے پر دوشیزاؤں جیسی روشنی تھی لیکن اسی وقت اسے اپنا چہرہ مرجھاتا ہوا سا لگ رہا تھا۔ پیشانی پر فکر و تردد کی باریک سی لکیریں اور آنکھوں میں سوچ کی جھلک ابھر آئی تھی۔ شیرانہ سے اپنا موازنہ کرتے ہوئے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ اس کا اور شیرانہ کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔

آئینے کے سامنے سے ہٹ کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور ویٹر کو چائے اور کچھ لوازمات لانے کا آرڈر دینے کے بعد ایک بار پھر شیرانہ کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس کے ذہن میں اچانک ہی یہ خیال ابھرا کہ اس نے بلا سوچے سمجھے یہ فیصلہ کیوں کر لیا تھا کہ اس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کمال نے شیرانہ کو بلایا ہوگا۔ کیا شیرانہ نے یہ تاثر نہیں دیا تھا کہ وہ کسی

جگہ بن بلائے ہی پہنچ سکتی ہو۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ شیرانہ کچھ ایسی ہی فطرت کی مالک لگتی تھی لیکن اس نے کمال کی فطرت پر شک کرنے میں اتنی عجلت سے کام کیوں لیا۔

شیرانہ نے جب نیو کاٹیج کے بارے میں دریافت کیا تو اسے اپنے آپ کو چھپانے کی بجائے صاف طور پر بتا دینا چاہیے تھا کہ وہ ہی اس گھر کی مالکہ ہے۔

"یہ لیجیے۔" ویٹر کی آواز نے اسے چونکا دیا جو چائے کی ٹرے اور سینڈوچز کی پلیٹ میز پر رکھ رہا تھا۔ چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے وہ ایک بار پھر شیرانہ کے بارے میں سوچنے لگی۔ اگر شیرانہ واقعی یہاں کسی بدنیتی سے آئی تھی تو وہ اسے اس کے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ اگر شیرانہ کو کمال سے محبت ہوتی تو وہ اسے اس طرح ہرگز نہ چھوڑتی۔ شیرانہ سے علیحدگی کے بعد کمال کی کیفیت اس کٹی پتنگ کی مانند تھی جو تیز ہوا میں ادھر سے ادھر ڈول رہی ہو۔ ایسے میں روزینہ نے اسے اپنی محبت کا سہارا دیا تھا اور اب وہ کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرے گی۔

سینڈوچز اور چائے ختم کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کاؤنٹر پر بل ادا کیا اور کوٹ درست کرتے ہوئے باہر نکل آئی۔ کار میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے آسمان کی طرف دیکھا' جہاں بادل تھے اور کہیں کہیں ستارے بھی ٹمٹماتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

نیو کاٹیج کے بیرونی گیٹ پر پہنچ کر اس نے دیکھا کہ سامنے کا رخ مکمل طور پر تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے نیچے اتر کر گیٹ کھولا اور کار کو گیراج کے سامنے لے گئی۔

چابی سے دروازہ کھولتے ہوئے اسے اپنے پالتو بلے ٹونی کی آواز سنائی دی جو نجانے کس طرف سے آ کر اس کے پیروں سے لپٹ گیا تھا۔

روزینہ نے جھک کر ٹونی کا سر سہلایا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ ٹونی اس کے

آگے آگے چل رہا تھا اور کچھ سہما سہما سا لگ رہا تھا۔ کان اس طرح کھڑے تھے جیسے کوئی آواز سنتے ہی بھاگ جائے گا۔ روزینہ ہر کمرے کی بتی جلا کر دیکھتی اور اسے خالی پا کر بجھا دیتی اور آگے بڑھ جاتی۔ پورے گھر میں پراسرار سناٹا طاری تھا۔ سامنے والے بیڈ روم میں جہاں کمال اور وہ سویا کرتے تھے' داخل ہو کر وہ بجلی کا سوئچ آن کرنا ہی چاہتی تھی کہ اس کے نتھنوں سے وہی مسحور کن خوشبو ٹکرائی جو اس نے شیرانہ کے کار میں بیٹھنے کے بعد محسوس کی تھی۔ شیرانہ اس کے ذہن پر مسلط تھی۔ کہیں یہ اس کا تصور تو نہیں تھا جو یہاں بھی شیرانہ کی موجودگی ظاہر کر رہا تھا۔ ابھی تک گھر پر کمال کی موجودگی کے آثار نظر نہیں آئے تھے۔ ممکن ہے کمال اپنے اسٹوڈیو میں ہو اور اس کے ساتھ شیرانہ بھی۔ اس نے سوچا۔

وہ پچھلے دروازے سے باہر آ گئی۔ مکان کے عقب میں لکڑی کے تختوں کا ایک کمرہ تھا جسے انہوں نے اسٹوڈیو کا نام دے رکھا تھا۔ کچن کی کھڑکی سے آنے والی مدھم روشنی کی رہنمائی میں وہ اسٹوڈیو کی طرف بڑھتی رہی۔ ٹونی بھی دم ہلاتا اس کے آگے آگے چل رہا تھا۔ باہر سے اسٹوڈیو میں تاریکی نظر آ رہی تھی۔ ممکن ہے کمال اندر ہی موجود ہو۔ رات کو کام کرتے ہوئے وہ عموماً کھڑکیوں کے آگے سیاہ پردے کھینچ لیا کرتا تھا۔ دروازے کے سامنے ایک لمحے کو رک کر وہ کسی قسم کی آہٹ لینے کی کوشش کرتی رہی لیکن کوئی آواز نہ پا کر اس نے دروازہ کھول دیا' کمرہ تاریک تھا۔ وہ بتی جلانے کے لیے آگے بڑھی ہی تھی کہ کسی چیز سے ٹکرا گئی۔ اس کے منہ سے خوف کی ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اس سے ٹکرانے والی چیز آواز پیدا کیے بغیر آگے سرک گئی تھی۔ اس نے جلدی سے لائٹ آن کر دی۔ وہ ایک وہیل چیئر تھی جس سے ٹکرا کر وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔

کمال ان دنوں ایک میگزین کے لیے اسکیچ تیار کر رہا تھا اور یہ وہیل چیئر ماڈل کے طور پر

استعمال ہو رہی تھی اور وہ کرسی کو غصے سے ایک طرف دھکیلتے ہوئے سوچنے لگی کہ اسے راستے میں اس طرح چھوڑنے کی کیا تک تھی۔

کمال اسٹوڈیو میں نہیں تھا' نہ ہی یہاں شیرانہ کی آمد کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ وہ لائٹ آف کر کے گھر کی طرف چل پڑی پھر دفعتاً ہی دروازے کے سامنے انسانی ہیولا دیکھ کر وہ چونک سی گئی۔ ''کک...... کون ہے......'' اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''اوہ...... یہ تم ہو......'' اسے کمال کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی وہ روشنی میں آ گیا۔ اس چہرے پر یا لہجے میں کوئی ایسا تاثر نہیں تھا جس سے یہ اندازہ ہو کہ وہ کچھ چھپا رہا ہے۔ ''تم کب آئیں روزی۔'' کمال نے پوچھا۔

''تقریباً دس منٹ پہلے لیکن تم کہاں تھے۔''

''ذرا ٹہلنے نکل گیا تھا۔''

''ٹہلنے اس وقت...... اس موسم میں۔'' روزینہ نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا۔

''اکیلے میں بوریت ہو رہی تھی' ٹہلتا ہوا جھیل کی دوسری طرف نکل گیا تھا۔ سچ بڑا لطف آ رہا تھا اس آوارہ گردی میں۔ آخر میں ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ میں چائے پی اور واپس آ گیا۔''

''کیا تم پچھلا دروازہ کھلا چھوڑ گئے تھے۔''

''ہاں' چابی نہیں مل رہی تھی۔''

''تم نے اس وہیل چیئر کو بھی عین دروازے میں چھوڑ دیا تھا۔'' روزینہ نے اسی لہجے میں کہا۔ وہ غالباً اس پر اصل الزام عائد کرنے کی تیاری کر رہی تھی۔

''کیا واقعی۔'' کمال نے تعجب سے کہا اور پھر موضوع بدلتے ہوئے بولا۔ ''تمہاری امی کی

طبیعت اب کیسی ہے۔اس حالت میں انہیں چھوڑ کر آنا مناسب نہیں تھا۔"

"اب وہ ٹھیک ہے اور خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔" روزینہ نے جواب دیا۔

"تمہیں بھوک تو نہیں لگ رہی۔" اچانک کمال نے ہی سوال کیا۔

"لگ رہی ہے' دوپہر کے کھانے کے بعد سے اب تک صرف دو سینڈوچ کھائے ہیں۔"

کمال نے ریفریجریٹر کھولا' اس میں کچھ ایسی چیزیں موجود تھیں جنہیں ملا کر ایک فرائی ڈش تیار کی جاسکتی تھی۔ کمال نے بتایا کہ وہ یہ ڈش تیار کرے گا۔اس دوران روزینہ اگر چاہے تو لباس تبدیل کرے۔

"کوئی آیا تو نہیں تھا۔" روزینہ نے وہ سوال کر ہی ڈالا جو بہت دیر سے اس کے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔

"دودھ والا' اخبار والا' اور اس قسم کے لوگ حسب معمول آتے رہے رحمان بھی آیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ رات کو یہیں رہے گا۔لیکن پتا نہیں کہاں چلا گیا اور یہاں آج عرفان بھی آیا تھا۔بہت دیر تک میرے پاس بیٹھا مجھے کام کرتا دیکھتا رہا میرا خیال ہے۔اس کا کوئی کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔اس لیے وہ کوئی کام تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتا۔جاؤ تم لباس تبدیل کرو۔ہم یہیں کچن میں کھانا کھائیں گے۔"

روزینہ اوپر والے بیڈروم کی طرف چل دی۔اب وہ سوچ رہی تھی کہ شیرانہ یقیناً بن بلائے آئی تھی۔کسی کو گھر میں نہ پا کر واپس چلی گئی ہوگی۔اور اب وہ دوبارہ آئے گی۔اب اسے فکر نہیں تھی۔وہ خود شیرانہ کے استقبال کو موجود تھی۔کمرے میں پہنچ کر اس نے اپنا کوٹ اتار کر ایک طرف ڈال دیا اور آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنا جائزہ لینے لگی۔بال الجھے ہوئے تھے۔اس نے کنگھا اٹھا لیا۔لیکن دوسرے ہی لمحے اسے یوں محسوس ہوا جیسے ہائی پاور کا کرنٹ لگا

ہو۔ وہ متوحش نگاہوں سے کنگھے کو دیکھ رہی تھی۔ جس میں ایک سیاہ لمبا بال الجھا ہوا تھا اور اب اسے یقین ہو گیا کہ شیرانہ گھر میں آئی تھی اور اس نے اس کی ذاتی چیزوں کو استعمال بھی کیا تھا' اس نے کنگھا استعمال کیے بغیر ویسٹ باسکٹ میں ڈال دیا۔

اور تیز تیز قدم بڑھاتی ہوئی نیچے آ گئی۔ کچن سے کھانے کی خوشبو کے علاوہ کمال کے گنگنانے کی آواز بھی آ رہی تھی۔ وہ دروازے میں رک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ کمال کا اطمینان دیکھ کر اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ بالآخر اس کی قوت برداشت جواب دے گئی۔

''شیرانہ یہاں آئی تھی میرے پاس اس کا ثبوت موجود ہے۔ تم تردید نہیں کر سکتے۔'' اس کا لہجہ خاصا سخت تھا۔

کمال نے مڑ کر عجیب نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ ''ایسی صورت میں' میں کوئی تردید نہیں کروں گا۔'' وہ کہتا ہوا ایک بار پھر چولہے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

روزینہ کا خیال تھا کہ وہ سختی سے اس کے الزام کی تردید کرے گا یا اسکا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے صفائی پیش کرے گا لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔

''کمال......'' وہ چیخی۔ ''تت تم نے ایسا کیوں کیا۔''

''یہ بھی تم ہی بتاؤ' کیونکہ اس معاملے میں تم مجھ سے کچھ زیادہ ہی جانتی ہو۔'' کمال نے فرائی پین کو ہلاتے ہوئے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ ''یہ تیار ہو چکا ہے۔ اب تم ڈبل روٹی کاٹ لو۔''

روزینہ جواب دیئے بغیر چھری اٹھا کر ڈبل روٹی کاٹنے لگی۔ اس دوران وہ سوچتی رہی کہ شاید وہ بلاوجہ غصہ کر رہی تھی۔ ممکن ہے سرے سے کوئی ایسی بات ہی نہ ہوئی ہو لیکن کنگھے میں سیاہ بال کی موجودگی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

''کمال۔'' وہ ہولے سے بولی۔ ''جو کچھ بھی ہوا ہے۔ اسے ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔''

''لیکن تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ ہوا کیا ہے۔'' کمال نے عجیب سی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

روزینہ دوبارہ ڈبل روٹی کاٹنے لگی۔ کمال کا یہ انداز دیکھ کر اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ مزید کچھ کہے بغیر اپنے کام میں مصروف رہی' اس نے سوچا کہ بعد میں کسی وقت اطمینان سے بات کرے گی۔

☆......☆......☆

دوسری صبح وہ سو کر اٹھی تو دھوپ چمک رہی تھی۔ رات کی نسبت اس وقت وہ قدرے تازگی سی محسوس کر رہی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بے چین ہوگئی۔ کمال اس کے ساتھ بستر پر نہیں تھا اس نے تیزی سے پہلو بدلا اور اسی لمحہ کمال چائے کا کپ لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

''تمہارے لیے بیڈ ٹی......'' کمال نے مسکراتے ہوئے کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ ''اوہ۔ شکریہ میں شاید بہت دیر تک سوتی رہی ہوں۔'' روزینہ نے ہنستے ہوئے دیوار گیر کلاک کی طرف دیکھا۔ آٹھ بجنے والے تھے۔

''تمہارے لیے گہری نیند سو لینا ہی بہتر تھا۔ تم جسمانی اور ذہنی طور پر تھکی ہوئی تھیں۔ رات کو نیند میں نجانے کیا کیا بڑبڑاتی رہی ہو۔ اب تمہاری طبیعت کیسی ہے۔'' کمال نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

''ٹھیک ہوں۔'' روزینہ نے مدھم لہجے میں جواب دیا اور کمال کا ہاتھ تھام لیا۔ کمال کے رویے پر روزینہ کا ذہن ایکدم الجھ گیا تھا۔ اس خیال میں وہ شیرانہ کے معاملہ میں اس سے جھوٹ بول رہا تھا لیکن اس کے باوجود اس کا لہجہ محبت آمیز تھا۔

”میں اسٹوڈیو روم میں جا رہا ہوں۔ چاہو تو تم بھی وہاں آ جانا۔“ کمال کہتے ہوئے کرسی کی پشت سے کپڑے اٹھانے لگا۔

”دوسرے کپڑے پہن لو۔ یہ تو گندے ہو رہے ہیں۔ پتلون کے پائنچے پر کیچڑ بھی لگی ہوئی ہے۔“ وہ پتلون پر کیچڑ کا دھبہ دیکھنے لگی۔

”رات کو جھیل کی طرف جاتے ہوئے کہیں لگ گیا ہوگا۔ برش سے صاف ہو جائے گا۔“ کمال کپڑے اٹھا کر باہر نکل گیا۔

چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے روزینہ ایک بار پھر صورت حال پر غور کرنے لگی گزشتہ رات وہ ذہنی طور پر بہت تھکی ہوئی تھی۔ جس سے اس نے کچھ غلط اندازے قائم کر لیے تھے۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ شیرانہ بن بلائے مہمان کی طرح یہاں آئی ہوگی۔ کمال سے گفتگو کے دوران اس نے باتھ روم میں جانے کی اجازت چاہی ہوگی اس کے بیڈ روم سے گزرتے ہوئے اس نے کنگھا بھی استعمال کر لیا ہوگا۔ اس کا خیال تھا کہ شیرانہ کی آمد کمال کے لیے خود بھی غیر متوقع رہی ہوگی' اگر اس نے ازخود شیرانہ کی آمد کے بارے میں کچھ نہ بتایا تو وہ مناسب موقع پا کر خود اس سے پوچھے گی۔

ناشتے پر کمال اس کی ماں کے بارے میں تفصیل سے پوچھتا رہا۔ گفتگو کے دوران روزینہ نے اندازہ لگایا تھا کہ کمال کچھ کہنا چاہتا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اگر اس نے ازخود شیرانہ کی آمد کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تو اس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ اس کے لیے فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہوگی لیکن کمال نے اس موضوع پر کوئی بات نہیں چھیڑی جس سے روزینہ کی بے چینی بڑھنے لگی۔ ”تصویریں کھینچی جا رہی ہیں۔“ روزینہ نے ملی جلی کیفیت میں پوچھا۔

”ٹھیک ہی کام ہو رہا ہے۔ بدھ کے روز میں کچھ اسکیچ اکرام کے پاس لے گیا تھا۔ جنہیں

اس نے خاصا پسند کیا تھا۔'' کمال نے جواب دیا۔

''گڈ......'' وہ بڑبڑائی' اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں ایک اور خیال کلبلانے لگا۔ آج ہفتے کا دن تھا۔ کمال بدھ کو اکرام کے پاس گیا تھا۔ ممکن ہے اس روز وہ شیرانہ سے بھی ملا ہو اور اسے کل یہاں آنے کے لیے کہہ دیا ہو لیکن اس نے فوراً ہی اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ ناشتے کے بعد برتن صاف کرتے ہوئے وہ اپنی مصروفیت کے بارے میں سوچنے لگی۔ وہ ہفتے میں تین دن مختلف آرٹس اسکولوں میں سرامکس پر لیکچر دیا کرتی تھی۔ آج بھی ایک آرٹ اسکول میں اس کا لیکچر تھا۔ لیکن اس میں ابھی خاصا وقت تھا۔

کام سے فارغ ہو کر وہ لان میں آ گئی اور کھرپا اٹھا کر گلاب کے پودوں سے فالتو جھاڑیاں صاف کرنے لگی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اس نے ایک آواز سنکر گیٹ کی طرف دیکھا۔ اس کی ادھیڑ عمر پڑوسن رضوانہ تیز تیز قدم اٹھاتی اس کی طرف آ رہی تھی۔ ساتھ ہی وہ کچھ بڑبڑا بھی رہی تھی لیکن الفاظ صاف سنائی نہیں دے رہے تھے۔ رضوانہ کو اس علاقے کی جاسوسہ کہا جاتا تھا۔ اسے ہر گھر کی خبر تھی۔ وہ ہر بات میں سنسنی پیدا کرنے کی کوشش کرتی' روزینہ اس کی فطرت سے خوب آگاہ تھی لیکن اس وقت اسے دیکھ کر وہ اندازہ لگا سکتی تھی۔ کہ رضوانہ اس وقت جو اطلاع لے کر آ رہی ہے۔ وہ واقعی سنسنی خیز ہو گی۔

''بالکل جوان تھی' توبہ توبہ' ایسا خوفناک منظر میں نے آج تک نہیں دیکھا۔'' رضوانہ اس کے قریب پہنچ کر اپنے گال پیٹتے ہوئے بولی۔ ''اپنے کتے کو ٹہلانے کے لیے ہر صبح اس طرف لے جاتی ہوں لیکن ایسی بات کبھی نہیں ہوئی۔ میرے میاں تو پہلے ہی کہتے تھے کہ ان دنوں اکیلی عورت کا جھیل کے پاس جانا مناسب نہیں۔''

''کیا ہوا...... کس کی بات کر رہی ہو۔'' روزینہ نے پوچھا۔ لیکن رضوانہ اس کے سوال پر

توجہ دیئے بغیر کہتی رہی۔

''عرفان مجھ سے چند منٹ پہلے ہی اس طرف آیا ہوگا۔ جب میں وہاں پہنچی تو وہ اسے پانی سے نکال رہا تھا۔ لیکن وہ مر چکی تھی۔''

''کیا کوئی جھیل میں ڈوب گیا ہے۔'' روزینہ نے اس کی اوٹ پٹانگ باتوں سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہا۔

''میں یہ ہی تو بتا رہی تھی۔'' رضوانہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں آج جب اپنے پالتو کتے کے ساتھ جھیل پر پہنچی' تو وہاں عرفان کی موٹر سائیکل دیکھ کر چونک گئی۔ پھر وہ خود بھی نظر آ گیا۔ وہ جھیل میں گرے ہوئے درخت پر اوندھا ہو کر پانی پر جھکا ہوا کوئی چیز باہر نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ ایک جوان عورت تھی جس نے براؤن رنگ کا کوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ درخت کی شاخوں میں الجھی ہوئی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ پانی میں ڈوبنے سے بچ گئی تھی۔''

''وہ ڈوبی کیسے......؟'' روزینہ نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا وہ براؤن رنگ کے کوٹ کے نام سے چونک گئی تھی۔

''میرا خیال ہے کہ وہ پیر پھسلنے کی وجہ سے جھیل میں گر گئی ہوگی۔ پھر باہر نہ نکل سکی۔ وہ میرے لیے قطعی اجنبی تھی اس سے پہلے میں نے اسے یہاں کبھی نہیں دیکھا۔ بہت خوبصورت تھی وہ۔ لمبے سیاہ بال......''

''تم نے بتایا کہ وہ براؤن رنگ کا کوٹ پہنے ہوئی تھی۔ کیا کوٹ فر والا تھا۔'' روزینہ نے سوال کیا۔ اس کے ذہن میں انجانے خدشے سر ابھار رہے تھے۔

''ہاں چیتے کی کھال کی تھی لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو۔ کیا وہ تمہاری کوئی شناسا ہو سکتی

ہے۔"

"اوہ نہیں!" روزینہ نے جلدی سے موضوع بدلا۔ "پھر تم نے کیا کیا۔ اسے جھیل سے نکالنے میں تم نے یقیناً عرفان کی مدد کی ہوگی۔"

"نہیں جھیل کنول کا ایک رینجر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے مجھے پولیس کو فون کرنے کا مشورہ دیا اور خود عرفان کے ساتھ مل کر لاش کو باہر نکالنے لگا۔ پولیس وہاں پہنچ تو گئی ہے لیکن وہ لوگ بھی اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ خودکشی کا کیس ہے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" روزینہ نے بلا سوچے سمجھے اس سے اختلاف کیا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا۔ اس سے پہلے بھی بہت سے لوگ جھیل میں خودکشی کر چکے ہیں۔" رضوانہ نے جواب دیا۔

روزینہ کے ذہن میں بار بار شیرانہ کا خیال ابھر رہا تھا لیکن پھر بھی اس نے یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا۔ شیرانہ جیسی عورت خودکشی نہیں کر سکتی۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور خیال نے اسے لرزا دیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کمال اسے جھیل پر لے گیا ہو۔ اور...... اور اس سے زیادہ وہ کچھ نہ سوچ سکی۔ اس نے رضوانہ کی طرف دیکھا جو ٹیپ ریکارڈ کی طرح اب بھی مسلسل بولے جا رہی تھی۔ وہ رضوانہ سے ضروری کام کا عذر کر کے اسے خدا حافظ کہتی ہوئی اندر آ گئی۔

ٹونی اس کی ٹانگوں سے لپٹ رہا تھا اور وہ کچن کے دروازے میں کھڑی خالی خالی نظروں سے دیوار کو گھور رہی تھی۔ اس نے سر جھٹک کر ذہن صاف کرنے کی کوشش کی۔ اسے کمال کی پتلون کے پائنچے پر کیچڑ، کے دھبے' کا خیال آ رہا تھا۔ شیرانہ کی موت سے کمال کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ ابھی تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ شیرانہ تھی بھی یا نہیں۔ سیاہ بالوں والی بہت سی لڑکیاں ایسی ہوں گی جو چیتے کے فر والے کوٹ پہنتی ہوں گی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اپنی

خوابگاہ میں پہنچ کر ڈسٹ بن میں جھانکنے لگی۔اس میں سگریٹ کے ایک خالی پیکٹ کا اضافہ ہو گیا تھا۔لیکن وہ کنگھا نہیں تھا جو اس نے خود اس میں پھینکا تھا۔اس نے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف دیکھا۔کنگھا وہاں موجود تھا لیکن اس میں الجھا ہوا سیاہ لمبا بال غائب تھا۔

وہ دوبارہ کچن میں آ گئی۔اسکا ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا۔کوئی کام ڈھنگ سے نہیں ہو پا رہا تھا۔پھر دفعتاً کچن کا عقبی دروازہ کھلا اور کمال اندر داخل ہوا۔وہ اس طرح کمال کی طرف دیکھنے لگی جیسے وہ اسکا شوہر نہیں کوئی اجنبی ہو۔

''کیا بات ہے۔تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔'' وہ فکر مند لہجے میں بولا۔

''میں کچھ دیر پہلے رضوانہ سے باتیں کر رہی تھی۔اس نے بتایا کہ کوئی عورت جھیل میں ڈوب کر ہلاک ہو گئی ہے۔'' روزینہ نے مدھم لہجے میں کہا اور غور سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''اوہ۔یہ کب کی بات ہے۔'' کمال کے چہرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

''آج۔صبح'لاش رضوانہ اور عرفان نے دریافت کی تھی۔''

''رضوانہ صبح سویرے جھیل پر کیا کرنے گئی تھی۔مرنے والی کون تھی۔کیا ہم اسے جانتے ہیں۔''

''رضوانہ اسے شناخت نہیں کر سکی۔'' روزینہ دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔

''رضوانہ کے بیان کے مطابق وہ جوان تھی۔بال بہت سیاہ اور لمبے' وہ براؤن فر کا کوٹ پہنے ہوئے تھی۔''

''وہ کون ہو سکتی ہے۔'' کمال نے جیسے اپنے آپ سے سوال کیا۔

''جو کوئی بھی ہو۔میرا خیال ہے۔اس نے خودکشی کی ہو گی۔''

روزینہ کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔اسے گمان ہونے لگا تھا کہ کمال اس کے دل

کی دھڑکن نہ سن رہا ہو۔ ”گزشتہ رات اس حلیے سے ملتی جلتی ایک عورت کو میں نے جھیل کنول کے قریب دیکھا تھا۔ اس نے مجھ سے لفٹ مانگی تھی۔“ اگرچہ بات کرتے ہوئے روزینہ کا چہرہ دوسری طرف تھا۔ لیکن اسے احساس ہو رہا تھا جیسے کمال اسے کڑی نظروں سے گھور رہا ہو۔

”اور تم نے اسے لفٹ دے دی۔“ کمال نے سوال کیا۔

”ہاں۔ میں نے اسے گلی کے سرے پر چھوڑا تھا۔“

”تم نے پہلے اس کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔“ کمال نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

”میں نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔ نہ ہی یہ بات اتنی اہم تھی کہ جس کا تذکرہ کیا جاتا۔“

”کیا تمہیں اندازہ ہے کہ وہ کہاں جانا چاہتی تھی۔“

”اس نے بتایا نہیں تھا۔“ روزینہ نے جھوٹ بولا۔ ”کیا تمہارے خیال میں مجھے یہ بات پولیس کو بتا دینی چاہیئے۔“

”پولیس۔“ کمال جیسے چونک گیا۔

”ممکن ہے کہ اسطرح پولیس کو کوئی سراغ مل جائے۔ وہ کون تھی اور یہاں کیا کر رہی تھی۔“

”تمہارے پولیس کے پاس جانے کی مجھے کوئی خاص وجہ نظر نہیں آتی۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ وہی عورت ہو جسے تم نے لفٹ دی تھی۔ اس واقعہ کی تشہیر ہونے کے بعد اس کی شناخت کے لیے کوئی نہ کوئی ضرور سامنے آئے گا۔ تمہیں ایسے ناخوشگوار معاملات میں ملوث ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“ کمال نے جواب دیا۔

روزینہ نے عجیب سی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ کیا وہ واقعی خود کو ایک محبت

کرنے والا شوہر ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یا درحقیقت وہ لوگ اس معاملے میں ملوث ہو چکے تھے۔

☆......☆......☆

روزینہ جب دوکان میں داخل ہوئی تو وہاں صرف دو گاہک تھے۔ ایک فربہ اندام عورت اور دوسرا رضوانہ کا شوہر کرم داد' کرم داد کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی یہاں آنے سے پہلے وہ کسی دوسرے شہر میں سرکاری ملازمت میں تھا' جہاں سے خرابیٔ صحت کی وجہ سے اسے ریٹائرڈ کر دیا گیا تھا۔ تو وہ دوسری گاہک اور دوکان کے مالک نصیر کو اس واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''میری بیوی تو اس سانحہ سے ابھی تک نہیں سنبھل سکی' اسے اس حادثے سے گہرا صدمہ پہنچا ہے۔''

''ہاں! واقعی بڑا افسوس ناک سانحہ ہے۔'' دوکان کے مالک نصیر نے تبصرہ کیا۔ وہ درمیانے قدوقامت کا ایک صحت مند نوجوان تھا۔ جو باتوں کے ساتھ ساتھ فہرست کے مطابق الماریوں سے چیزیں اٹھا اٹھا کر موٹی عورت کے سامنے کاؤنٹر پہ رکھ رہا تھا۔

''سنا ہے۔ پولیس والے اس کے ہینڈ بیگ کی تلاش میں جھیل کو کھنگالنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔'' موٹی عورت نے باتوں میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میں نے بھی یہ ہی سنا ہے۔'' نصیر نے کہا۔ اور ایک کاغذ پر کچھ حساب لکھنے کے بعد کاغذ عورت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''دو ہزار تین سو روپے۔ مسز نظام۔''

''لیکن یقین سے تو نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس کے پاس کوئی ہینڈ بیگ موجود تھا۔'' کرمداد نے تبصرہ کیا۔

روزینہ کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔ اسے یاد آیا کہ جب شیرانہ نے گاڑی روکنے کا اشارہ

کیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کوٹ کے رنگ سے ملتا جلتا ایک ہینڈ بیگ بھی موجود تھا۔ اس کے ذہن میں فوراً ہی یہ خیال ابھرا کہ اگر پولیس کو وہ ہینڈ بیگ مل گیا۔ تو کیا...... اس سے برآمد ہونے والی کسی چیز سے شیرانہ کی شناخت ہو سکے گی۔

کیا کمال سے طلاق حاصل کرنے کے بعد شیرانہ نے دوسری شادی کر لی تھی یا وہ اب بھی مسز کمال کے نام سے پہچانی جاتی تھی۔ وہ سوچنے لگی کہ لاش کی شناخت ہونے کی صورت میں پولیس کو نیو کا ٹیج تک پہنچنے میں کتنی دیر لگے گی۔ وہ موٹی عورت سودا لیکر جا چکی تھی اور نصیر اب کرمداد کی طرف متوجہ ہو رہا تھا لیکن کرمداد نے اصرار کیا تھا کہ پہلے روزینہ کو فارغ کر دیا جائے کیونکہ وہ بہت زیادہ عجلت میں نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے چمکتی ہوئی نگاہوں سے روزینہ کی طرف دیکھا۔ روزینہ اس سے پہلے بھی کئی موقعوں پر یہ محسوس کر چکی تھی کہ کرمداد اسے ہمیشہ ہوسناک نظروں سے دیکھا کرتا تھا۔

روزینہ کو سودا دیتے ہوئے نصیر اس سے اس کی والدہ کی خیریت دریافت کرتا رہا' جواب میں روزینہ نے اس کی بیوی کی خیریت دریافت کی۔ جس کی دونوں ٹانگیں بیماری کی وجہ سے مفلوج ہو چکی تھیں۔ کمال نے اسکیچ بنانے کے لیے ماڈل کے طور پر استعمال ہونے والی وہیل چیئر اسی سے مستعار لی تھی۔

سودا لینے کے بعد روزینہ دوکان سے نکل گئی اور گھر کی طرف روانہ ہو گئی لیکن گھر میں داخل ہونے کے بجائے سامنے سے گزر کر آنے والے اس کچے راستے پر آگے بڑھتی رہی جو جھاڑیوں میں سے ہوتا ہوا سیدھا جھیل کی طرف چلا گیا تھا۔ درختوں کے ایک جھنڈ سے نکل کر وہ کھلی جگہ پر آ گئی' سامنے ہی جھیل تھی۔ وہ گرا ہوا درخت بھی نظر آ رہا تھا۔ جس کی شاخوں کا بیشتر حصہ پانی میں ڈوبا ہوا تھا اور غوطہ خور جھیل میں اترنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

سادہ لباس دو پولیس آفیسر آس پاس کی جھاڑیوں میں کچھ تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ روزینہ ان کے قریب پہنچ گئی جو دور کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ عرفان کو اس ہجوم میں دیکھ کر وہ اس کی طرف سرک گئی۔ اس نے عرفان کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کیا تو عرفان اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہیلو مسز کمال' آپ تو اپنی والدہ کے ہاں گئی ہوئی تھیں کب آئیں۔"

"گزشتہ رات آ گئی تھی۔" روزینہ نے جواب دیا۔ "میں نے سنا ہے کہ لاش تم نے دریافت کی تھی' تم تو خوفزدہ ہو گئے ہو گے۔"

عرفان نے اثبات میں سر ہلایا۔ روزینہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے تھے۔ اس نے ہونٹ بھینچ لیے اور بھاپ نگل کر حلق تر کرنے لگا۔ روزینہ کے دل میں اس کے لیے ہمدردی کے جذبات ابھر آئے۔ عرفان ایک طویل قامت نوجوان تھا۔ عمر اتنی زیادہ نہیں تھی لیکن قد بے تحاشا بڑھ رہا تھا۔ گزشتہ سال اس نے ہائی اسکول کا امتحان پاس کیا تھا لیکن ابھی کہیں ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

کسی اچھی ملازمت کے لیے اعلا تعلیم اور صلاحیتوں کی ضرورت تھی' جن کا عرفان میں فقدان تھا۔ وہ کبھی کبھار کمال کے پاس آ کر بیٹھ جاتا تھا۔ کمال نے ایک دو تصویروں میں اسے ماڈل کے طور پر بھی استعمال کیا تھا۔ روزینہ نے اپنے دل میں ہمیشہ اس کے لیے ہمدردی محسوس کی تھی۔ عرفان کی ماں کو ہمیشہ جوان بنے رہنے کا شوق تھا۔ اسے تو اپنی دیکھ بھال سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی۔ باپ ایک بحری جہاز پر ملازم تھا۔ اگر سگا باپ ہوتا تو شاید اسے اپنے بیٹے کا کچھ خیال بھی ہوتا۔

"یہ دونوں پولیس والے نیچے جھک کر کیا دیکھ رہے ہیں۔" روزینہ نے پوچھا۔

''پہیوں کے نشان۔'' ایک عورت نے اس کی طرف گھوم کر جواب دیا۔ ''انہیں پہیوں کے کچھ نشان ملے ہیں جن کا درمیانی فاصلہ زیادہ نہیں۔'' اس عورت نے مزید وضاحت کی کہ وہ سائیکل کے پہیوں کے نشان تھے لیکن روزینہ سوچنے لگی کہ ان نشانات کا شیرانہ کی موت سے کیا تعلق۔ وہ مزید وہاں رکے بغیر چل پڑی۔

اس کے دماغ میں عجیب سے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے' جن میں ایک یہ بھی تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ کمال' شیرانہ کو سائیکل پر بٹھا کر جھیل پر لے گیا ہو اور اس کی واپسی شیرانہ کے بغیر ہوئی ہو۔

☆......☆......☆

دوپہر کے کھانے پر جب کمال آیا تو روزینہ نے اسے جھیل پر جانے والی بات نہیں بتائی۔ البتہ بازار جانے کا تذکرہ ضرور کیا تھا۔

''اس عورت کے بارے میں کچھ معلوم ہوا۔'' کمال نے پوچھا۔ ''نصیر کو معلومات حاصل ہوں گی کیونکہ اس کی دکان پر تو سب ہی لوگ آتے ہیں۔''

''کوئی خاص بات نہیں۔'' روزینہ نے مدھم لہجے میں کہا۔ یہ بھی غنیمت تھا کہ وہ پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے تھے اور وہ اس کے چہرے پر پھیلے ہوئے تاثرات نہیں دیکھ سکا تھا۔ ''نصیر نے وہیل چیئر کی واپسی کے لیے کہا تھا۔''

''مجھے تو نصیر کی زندگی پر ترس آتا ہے۔ اپاہج بیوی' اس کے گلے کا ہار بن چکی ہے۔''

''کمال۔'' روزینہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکی۔ وہ سوچنے لگی کہ اگر وہ بھی کسی حادثے میں معذور ہو جائے تو کیا اسے بھی کمال اپنے اوپر بوجھ سمجھنے لگے گا۔ اس کے بعد کھانے پر خاموشی رہی۔

کھانے کے بعد روزینہ دیگر کاموں میں مصروف ہوگئی لیکن اس کا ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا۔ شیرانہ کے معاملے میں کبھی تو وہ کمال کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھنے لگتی اور کبھی سوچتی کہ اس کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ گھر کے کاموں سے نمٹ کر وہ بازار جانے کے لیے تیار ہوگئی۔ باہر جانے سے پہلے اس نے اپنے ہینڈ بیگ کا جائزہ لیا۔ اس میں اتنی رقم نہیں تھی کہ تمام مطلوبہ اشیاء خرید کر لاسکتی۔ اسے یاد آیا کہ نشست گاہ کی الماری کی ایک دراز میں ہنگامی صورت حال میں کام آنے کے لیے وہ دونوں کچھ نہ کچھ رقم بچا کر رکھتے تھے۔

ابھی کچھ روز پہلے ہی اس نے خود پانچ ہزار روپے وہاں رکھے تھے لیکن جب اس نے وہ دراز کھولی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ رقم موجود نہیں تھی۔ اس نے سوچا کہ اسٹوڈیو میں جا کر کمال سے اس رقم کے بارے میں دریافت کرے پھر اس نے ارادہ ملتوی کر دیا۔ اس کے پرس میں بہرحال اتنی رقم موجود تھی کہ تھوڑی بہت شاپنگ کرسکتی۔

سورج غروب ہو رہا تھا لیکن کچھ روشنی ابھی باقی تھی۔ وہ کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھنا ہی چاہتی تھی کہ اس کی نظر پچھلی سیٹ کی طرف اٹھ گئی۔ جہاں براؤن فر کا ایک ہینڈ بیگ رکھا ہوا تھا۔ اسے سینے میں سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ یہ شیرانہ کا وہی ہینڈ بیگ تھا جس کی تلاش میں پولیس کے غوطہ خور جھیل کی تہہ کھنگال رہے تھے۔ شیرانہ کار سے اترتے ہوئے یقیناً ہینڈ بیگ بھول گئی تھی۔ روزینہ نے جلدی سے گیراج کا گیٹ بند کر دیا اور کار میں بیٹھ کر لرزتی انگلیوں سے ہینڈ بیگ کھولنے لگی۔ بیگ کھلتے ہی ایک مسحور کن خوشبو کا جھونکا اس کی ناک سے ٹکرایا۔ یہ وہی خوشبو تھی جو وہ دو مرتبہ پہلے بھی محسوس کر چکی تھی۔

سب سے پہلے سنہرے رنگ کا خوبصورت سگریٹ کیس تھا‘ جسے اس نے باہر نکال لیا۔ اس کے نیچے نائلون کا ایک چھوٹا سا کاسمیٹک بیگ تھا۔ ایک چھوٹا سا کنگھا اور استعمال شدہ لفافہ تھا

جس میں کوئی چیز موجود تھی۔اس نے لفافہ چاک کر کے دیکھا' اس میں بہت سی گولیاں بھری ہوئی تھیں۔لفافے پر نظام آباد کے کسی عبداللہ خان کا پتا درج تھا۔بیگ میں ایک پرس بھی تھا جو اگرچہ بھاری تھا لیکن اس نے اسے کھولنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔زپ پاکٹ میں ایک اور فلیٹ پرس رکھا ہوا تھا جس میں غالباً نوٹ بھرے ہوئے تھے۔پرس کے نیچے سے برآمد ہونے والی چیز دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہوگئی۔وہ کوئی نیلم تھا جو حجم میں عام نیلم سے غیر معمولی طور پر بڑا تھا۔اس نے نیلم بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھا پھر کچھ سوچ کر اٹھی۔اسے یاد آ گیا کہ گیراج کی الماری میں کمال کی کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔اسے آئی گلاس کی تلاش تھی جو بیکار سمجھ کر الماری کے سب سے نچلے خانے میں ڈال دیا گیا تھا۔اس نے آئی گلاس ایک آنکھ پر لگایا اور نیلم کو چٹکی میں لے کر اس کا بغور جائزہ لینے لگی۔مدھم روشنی میں بھی اس سے نیلی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔اسے پتھروں کی زیادہ شناخت نہیں تھی لیکن یہ اندازہ لگانے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ بہت قیمتی نیلم تھا۔روزینہ نے دوبارہ زپ پاکٹ کو ٹٹولا۔اس مرتبہ ایک چابی برآمد ہوئی جس پر بی کے حروف کندہ تھے۔

روزینہ یہ دونوں چیزیں دوبارہ زپ پاکٹ میں بند کر کے لفافے پر دیکھتے ہوئے نام کو غور سے دیکھنے لگی۔یہ وہ شخص تو نہیں تھا جو کمال اور شیرانہ کی طلاق کا باعث بنا تھا۔اس کا نام تو کچھ اور تھا جو اس وقت اس کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا۔اس نے تمام چیزیں دوبارہ بیگ میں بھر دیں اور سوچنے لگی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔اس کے سامنے تین راستے تھے۔پہلا تو یہ کہ بیگ پولیس کے پاس لے جاتی اور سب کچھ صاف صاف بتا دیتی کہ یہ بیگ اس کی کار میں کس طرح آیا ہے۔اس بیگ سے نجات حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ اسے کہیں غائب کر کے بھول جاتی۔تیسرا راستہ یہ تھا کہ اسے جمیل کے پاس لے جائے اور جائے حادثہ

کے پاس کہیں پھینک دے تاکہ یہ کسی طرح پولیس تک پہنچ جائے۔اس کے خیال میں اگرچہ پہلا راستہ ہی درست اور صحیح تھا لیکن خود میں وہ پولیس کا سامنا کرنے کی جرات نہیں پا رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں وحشت ابھر آئی۔

اسے جلد از جلد اس بیگ سے نجات حاصل کر لینا چاہیے۔اس نے بیگ سیٹ پر رکھے کشن کے نیچے چھپا دیا اور گیراج کا دروازہ کھول کر کار کا انجن اسٹارٹ کر دیا۔جب اس نے کار گیراج سے باہر نکالی تو کمال چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا' وہ پتلون اور ٹویڈ کی جیکٹ پہنے ہوئے غالباً کہیں جانے کو تیار تھا۔روزینہ یہ دیکھ کر چونک سی گئی۔ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے لہرا گئے۔

''مجھ سے کوئی کام ہے کیا۔'' اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کمال کی طرف دیکھا۔

''مجھے ڈرائنگ پیپر اور کچھ دوسری چیزیں لینی ہیں۔ایک صاحب سے ملنا بھی ہے۔ہٹو میں ڈرائیو کرتا ہوں۔'' کمال کہتا ہوا آگے بڑھ آیا۔

روزینہ مسکرانے کی کوشش کرتی ہوئی اسٹیرنگ سے ہٹ گئی۔اس کے ذہن پر اس منحوس بیگ کا خوف طاری تھا جس سے وہ جلد سے جلد پیچھا چھڑا لینا چاہتی تھی۔اسے یہ خدشہ بھی تھا کہ کہیں کمال پچھلی سیٹ پر نہ جھانک لے لیکن پھر اس نے یہ سوچ کر اپنے آپ کو تسلی دی کہ وہ نیچے ہے اور اس پر نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔

نور پور کی سڑک پر حسب معمول رش تھا۔ایک سڑک کے کنارے گاڑیوں کے درمیان خالی جگہ دیکھ کر کمال نے گاڑی روک دی اور انجن بند کرتے ہوئے بولا۔

''میرا خیال ہے،ہم لوگ الگ الگ شاپنگ کر لیں۔آدھے گھنٹے بعد اسی جگہ ملیں گے۔''

روزینہ نے اطمینان کا سانس لیا' وہ جیسے ہی اپنے اپنے راستوں پر چلے' روزینہ کو دراز والی رقم کا خیال آ گیا۔ اس نے پوچھا کمال سے پوچھ تو لے کہ رقم کا کیا ہوا لیکن پھر ذہن میں اچانک ابھرنے والے ایک اور سوال نے اسے اپنا ارادہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ کمال نے وہ رقم شیرانہ کو دے دی ہوگی۔ کل رات سے اس کی ہر سوچ کا محور شیرانہ تھی۔ کار سے اترتے ہوئے شیرانہ اپنا ہینڈ بیگ بھول گئی تھی۔ یقیناً اسے یہ علم نہیں تھا کہ یہ کار کمال ہی کی ملکیت ہے۔

پھر اس نے روزینہ کی خوابگاہ میں کنگھا استعمال کیا کیونکہ اس کا اپنا کنگھا موجود نہیں تھا۔ بیگ کھو جانے کے بعد اسے پیسوں کی بھی ضرورت محسوس ہوئی ہوگی اور اس نے کمال سے رقم مانگی ہوگی۔ اس کے ذہن میں وہ نیلم جگمگا اٹھا جو شیرانہ کے بیگ سے برآمد ہوا تھا۔ کیا شیرانہ واقعی اتنی دولت مند تھی کہ اپنے بیگ میں اتنے قیمتی نیلم رکھ سکتی تھی لیکن نیلم کو کسی نیکلس میں ہونا چاہیے تھا یا لاکٹ میں بغیر کسی زیور کے نیلم کو ہینڈ بیگ میں رکھنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اگر وہ نیلم شیرانہ کی ملکیت نہیں تھا تو اس کے پاس کہاں سے آیا' یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا جواب فی الحال اس کے پاس نہیں تھا۔

سپر مارکیٹ میں داخل ہوتے ہوئے بھی اس کے ذہن میں اس قسم کے خیالات ہجوم کیے ہوئے تھے۔ وہ مختلف الماریوں کے سامنے سے گزرتی ہوئی اپنی مطلوبہ چیزوں کے پیکٹ اٹھا اٹھا کر ٹرالی میں رکھتی رہی۔ کوئی چیز منتخب کرنے سے پہلے وہ اس پر قیمت کا لیبل ضرور دیکھ لیتی۔ آخر میں اسے احساس ہوا کہ اس نے کچھ زیادہ ہی مالیت کی چیزیں منتخب کر لی تھیں جبکہ اس کے پاس بل کی ادائیگی کے لیے اتنی رقم موجود نہیں تھی۔ کیش کاؤنٹر پر پہنچ کر پتا چلا کہ واقعی اس کے پاس کچھ رقم کم پڑ گئی تھی لیکن عین اس وقت کمال بھی ادھر پہنچ گیا' ورنہ اسے کچھ چیزیں واپس کرنا پڑتیں۔

کار کے قریب جا کر کمال نے پیکٹ زمین پر رکھے اور ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر ہاتھ ڈال کر پچھلی سیٹ کے دروازے کا لاک ہٹایا پھر وہ پیکٹ اندر رکھنے لگا اور ابھی وہ پچھلا دروازہ کھولنا ہی چاہتا تھا کہ روزینہ گڑبڑا سی گئی۔اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر خوف کے سائے لہرا گئے۔

''کیا یہ چیزیں ڈکی میں نہیں رکھی جاسکتیں۔'' وہ جلدی سے بولی۔

''ڈکی کی کیا ضرورت ہے۔نہیں، پچھلی سیٹ پر ہی ڈال دیتے ہیں۔'' کمال نے یہ کہتے ہوئے دروازہ کھولا اور تمام پیکٹ سیٹ پر ڈال دیے۔

پیکٹ رکھتے ہوئے کشن کسی حد تک اپنی جگہ سے سرک گیا تھا۔روزینہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔وہ سہمے ہوئے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔کمال کشن کے نیچے سے برآمد ہونے والے ہینڈ بیگ کو دیکھ چکا تھا۔وہ اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولا۔''تم نے مجھے بتایا نہیں کہ تم یہ نیا ہینڈ بیگ خرید چکی ہو۔''

''یہ میرا نہیں ہے۔'' روزینہ نے مردہ لہجے میں کہا۔اس کے ساتھ ہی وہ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ کمال نے شیرانہ کا ہینڈ بیگ پہچان لیا ہوگا۔شیرانہ نے یقیناً اسے بتایا ہوگا کہ وہ اپنا ہینڈ بیگ کسی عورت کی کار میں بھول گئی تھی جبکہ روزینہ بھی اسے بتا چکی تھی کہ گزشتہ رات اس نے کسی عورت کو لفٹ دی تھی۔اب وہ یقیناً اداکاری کر رہا تھا۔

''تمہارا مطلب ہے تم نے کسی سے مستعار لیا ہے لیکن یہ تمہاری امی کا تو نہیں ہو سکتا۔میرا خیال ہے ثریا کا ہوگا لیکن تمہارا پرس کہاں ہے۔کہیں کھو تو نہیں دیا۔'' کمال نے چبھتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''نہیں......لیکن......'' اس نے کچھ کہنا چاہا پھر جیسے اس کے ہونٹ سل گئے۔اس نے

سب کچھ سچ بتا دینا چاہا مگر ہمت نہیں پڑی تو ارادہ بدل دیا۔ ''مجھے کچھ اضافی چیزیں رکھنے کے لیے کسی بڑے ہینڈ بیگ کی ضرورت تھی جو میں نے وقتی طور پر چھوٹی بہن ثریا سے لے لیا تھا۔'' اس نے بات بنائی۔ کمال کوئی بات کیے بغیر اسٹیئرنگ پر بیٹھ گیا۔ روزینہ بھی اس کی پہلو والی سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔ ڈرائیونگ کرتے ہوئے کمال کے چہرے پر سوچ کے تاثرات نمایاں تھے۔ روزینہ نے بھی خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔ دونوں اپنی اپنی جگہ کچھ سوچ رہے تھے۔

کار جیسے ہی نیو کاٹیج کے بیرونی گیٹ میں داخل ہوئی' ایک آدمی مکان کے برآمدے میں کھڑا نظر آیا۔ وہ غالباً اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبانا چاہتا تھا لیکن کار کو دیکھ کر اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا' جب وہ کار گیراج میں چھوڑ کر آئے تو وہ شخص آگے بڑھا اور اپنا تعارف کراتے ہوئے بولا۔ ''میں سب انسپکٹر عدنان ہوں۔ ایک کیس کی تفتیش کے سلسلے میں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ اگر مناسب سمجھیں تو اندر بیٹھ کر کچھ باتیں ہو جائیں۔''

روزینہ اپنی اندرونی کیفیات سے بخوبی واقف تھی لیکن کمال کا سکون اور اطمینان دیکھ کر کہہ نہیں سکتی تھی کہ وہ کسی ایسی صورت حال سے نمٹنے کے لیے پہلے سے تیار تھا یا واقعی اس سارے معاملے سے قطعی لاعلم تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں میں پیکٹوں کو سنبھالتے ہوئے پرسکون لہجے میں بولا۔ ''کیوں نہیں۔'' پھر روزینہ سے مخاطب ہوا۔ ''روزی! میں اپنے ہاتھ تو استعمال نہیں کر سکتا۔ ذرا تم میری جیب سے چابی نکال لو۔ شاید تم اپنا ہینڈ بیگ کار میں بھول آئی ہو۔''

''کوئی بات نہیں۔ اس میں کوئی چیز نہیں جس کی فوری ضرورت پڑ سکے۔'' روزینہ نے اپنے لہجے پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ''میری چابی میرے اس دوسرے پرس میں موجود ہے۔'' اس نے لرزتی ہوئی انگلیوں سے پرس کھول کر چابی نکالی اور تالا کھولنے لگی' وہ اپنے آپ پر قابو

رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔
اندر داخل ہو کر کمال سامان رکھنے کے لیے کچن کی طرف چلا گیا اور روزینہ سب انسپکٹر عدنان کو کمرے میں لے آئی۔ وہ دل ہی دل میں دعا مانگ رہی تھی کہ کمال جلدی آ جائے۔
سب انسپکٹر عدنان گہری نظروں سے ہر چیز کا جائزہ لیتا ہوا کھڑکی کے سامنے رک کر باہر لان میں جھانکنے لگا پھر وہ روزینہ کی طرف گھوم گیا۔ ''بڑی پر فضا اور خوبصورت جگہ ہے۔ میرا خیال ہے آپ لوگوں کو یہاں رہائش اختیار کیے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔''
''ہاں بہت زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔'' روزینہ نے جواب دیا۔ اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ رہی تھیں اور دل کی دھڑکن بے قابو ہوئی جا رہی تھیں۔ سب انسپکٹر دیوار پر آویزاں روزینہ کی تصویریں دیکھنے لگا۔ یہ تصویر کمال نے شادی سے چند روز پہلے بنائی تھی جس میں رنگوں کا استعمال بڑی خوبصورتی سے کیا گیا تھا۔
''یہ تصویر غالباً آپ کے شوہر نے بنائی ہے۔'' سب انسپکٹر نے پہلے تصویر اور پھر اس کے چہرے پر نظریں جمائیں۔
''جی ہاں' کمال بڑے اچھے آرٹسٹ ہیں۔'' روزینہ نے نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ تصویر کی مشابہت کے بہانے اس کے چہرے کے تاثرات جائزہ لینا چاہتا ہے۔
''آپ کو بھی تو اس فن سے کچھ لگاؤ ہو گا۔''
''جی ہاں' میرا تعلق سرامکس آرٹ سے ہے۔ یہ گھوڑا میں نے بنایا ہے۔'' روزینہ نے پلاسٹر آف پیرس سے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے گھوڑے کی طرف اشارہ کیا۔
''اوہ واقعی' شاہکار چیز ہے۔'' وہ پلاسٹر آف پیرس سے بنے ہوئے گھوڑے کو دیکھنے لگا۔

"میرا خیال ہے جھیل کنول کا پورا علاقہ تو آپ کا دیکھا بھالا ہوگا۔" اس کی نظریں روزینہ کی طرف اٹھ گئیں۔

"جی ہاں، کسی حد تک۔" روزینہ کے دل کی دھڑکن پھر تیز ہونے لگی۔ پولیس والا غالباً اسے باتوں میں گھیرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ ایک طرح سے ذہنی اذیت تھی جو اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔

اس دوران کمال آ گیا۔ سب انسپکٹر کے بارے میں یہ کہا جا سکتا تھا کہ اسے آرٹ سے غیر معمولی دلچسپی تھی کیونکہ کمال کے آنے کے بعد بھی وہ اپنے مطلب کی بات کرنے کے بجائے آرٹ پر ہی گفتگو کرتا رہا، جس پر روزینہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ اسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ پولیس انسپکٹر تفتیش کے سلسلے میں محض خانہ پری کے لیے یہاں آیا تھا۔

"ہاں...... اب فرمائیے، ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔" کمال نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"کسی عورت کے بارے میں معلومات حاصل کرنی تھیں۔ شاید آپ میں سے کوئی اس حلیے کی عورت کو جانتا ہے۔" سب انسپکٹر نے کہتے ہوئے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور اس پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہنے لگا۔ "عمر پچاس اور تیس برس کے درمیان قد پانچ فٹ پانچ انچ، بیضوی چہرہ، پرکشش نقوش، سیاہ لانبے بال، بڑی بڑی آنکھیں، گھنیری پلکیں، ستواں ناک، دانت چمکتے ہوئے موتی، چمڑے کے گم بوٹ اور براؤن فر کا کوٹ پہنے ہوئے تھی۔"

روزینہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ سب انسپکٹر نے بڑی تفصیل سے شیرانہ کا حلیہ بتا دیا تھا۔ سب انسپکٹر نے کاغذ جیب میں رکھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تو روزینہ کو یوں محسوس ہوا کہ وہ کوشش کے باوجود اپنی نگاہ کا زاویہ نہیں بدل سکے گی۔ کمال بھی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس

کے چہرے کے تاثرات یکدم بدل گئے تھے۔ ”ش شش ......شاید......“ وہ رک رک کر کہنے لگا۔ ”فروالے کوٹ اور گم بوٹ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا لیکن شاید اس حلیے والی عورت کو جانتا ہوں۔ گو اسے دیکھے ہوئے بہت عرصہ بیت چکا ہے۔“

”اوہ......اس عورت کے گلے پر بائیں طرف ہلال نما زخم کا ایک چھوٹا سا نشان بھی ہے۔ شاید اس نشان سے آپ بہتر اندازہ لگا سکیں۔“ سب انسپکٹر نے کہا۔

”ہوں۔“ کمال نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے صوفے کی پشت سے ٹیک لگالی۔ ”یہ سارا حلیہ تو میری بیوی کا ہے۔ میرا مطلب ہے میری سابقہ بیوی۔ دو سال پہلے میں نے اسے طلاق دے دی تھی۔“

”آپ نے اسے آخری مرتبہ کب دیکھا تھا۔“ سب انسپکٹر کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔ کمال نے جب بتایا کہ طلاق کے بعد سے ان دونوں نے ایک دوسرے کو نہیں دیکھا' تو اس نے یہی سوال روزینہ سے دہرایا۔

”اور......آپ......“

”میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔“ روزینہ نے ہکلا کر جواب دیا۔

”کیا آپ اس کی موجودہ رہائش گاہ کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں۔“

”مجھے کچھ اندازہ نہیں کہ وہ ان دنوں کہاں رہائش پذیر تھی۔“ کمال نے جواب دیا۔

سب انسپکٹر نے روزینہ سے بھی یہی سوال کیا جس کا جواب نفی میں ملا۔ وہ کمال کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولا۔ ”یہاں اس کی موجودگی بلا مقصد نہیں ہو سکتی۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ لوگ کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کریں جو کچھ جانتے ہیں' سچ سچ بتا دیں۔“

”اگر آپ کا مطلب ہے کہ وہ ہمارے گھر آئی تھی تو میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ یہاں آئی

بھی تھی تو اسے یہاں کوئی نہیں ملا ہوگا۔ میں ٹہلنے کو نکل گیا تھا اور پھر ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھا رہا۔ میری بیوی گزشتہ کئی روز سے اپنی بیمار ماں کے پاس تھی۔ وہ رات کو دیر سے واپس آئی تھی۔" کمال کے لہجے میں ناگواری تھی۔

"ہاں، میں تقریباً ایک ہفتہ اپنی ماں کے گھر ہی رہی ہوں۔" روزینہ نے سب انسپکٹر کا مطلب سمجھتے ہوئے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ "میں رات کے گیارہ بجے کے قریب واپس آئی تھی لیکن یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"میں بڑے افسوس کے ساتھ اطلاع دے رہا ہوں مسٹر کمال! کہ یہ حلیہ اس عورت کا ہے جو اس وقت مردہ خانے میں پڑی ہے۔ اس کی شناخت کے لیے آپ کو ساتھ چلنے کی زحمت دوں گا۔" سب انسپکٹر بولا۔

"شیرانہ مر چکی ہے۔" کمال چونک گیا۔ "وہ یہاں کیسے پہنچ گئی۔"

"جھیل سے برآمد ہونے والی عورت کی جیب سے ایک کاغذ برآمد ہوا تھا جس میں آپ کے گھر کا پتا لکھا ہوا تھا۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ملی جس سے اس کی شناخت ہوسکتی ہو۔ آج کل تو عورتیں اپنی ضرورت کی ہزاروں چیزیں ہینڈ بیگ میں لیے پھرتی ہیں۔"

"ہمیں اس کا ہینڈ بیگ دستیاب نہیں ہوا لیکن امید ہے کہ وہ بھی مل جائے گا۔ ہماری معلومات کے مطابق لڑکی کے پاس اسی رنگ کا ہینڈ بیگ تھا جس رنگ کا کوٹ پہنے ہوئے تھی۔ وہ غالباً یہاں آتے ہوئے غلط بس میں بیٹھ گئی تھی جس کی وجہ سے وہ بس کے کنڈیکٹر کو یاد رہ گئی۔"

"اوہ...... تو میرا خیال ہے، اس نے پیدل کہیں پہنچنے کی کوشش کی ہوگی لیکن غلط راستے پر

چلی گئی اور پیر پھسلنے سے جھیل میں جا گری۔ یہی بات ہوئی ہوگی نا۔“

”یقیناً ایسا ہی ہوا ہوگا۔ سوائے ایک بات کے۔“ انسپکٹر نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ”وہ جھیل کے پانی میں پہنچنے سے پہلے ہی مر چکی تھی۔“

”کیا...... آپ یہ کیا کہنا چاہتے ہیں کہ اسے قتل کیا گیا ہے۔“ کمال نے غیر یقینی لہجے میں کہا۔

”بعض ایسی شہادتیں ملی ہیں جن سے ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔“ سب انسپکٹر نے جواب دیا۔

روزینہ نے اپنے شوہر کی طرف دیکھا جس کے چہرے کے تاثرات اب بدل گئے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اس اطلاع نے اسے دہشت زدہ کر دیا ہو۔ کمال چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ”میں اب تک نہیں سمجھ سکا ہوں کہ شیرانہ یہاں آئی کیوں تھی۔ اس نے میرا ایڈریس کہاں سے لیا تھا اور اسے کون قتل کر سکتا ہے۔“

”کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس نے دوسری شادی کر لی تھی۔“ سب انسپکٹر نے سوال کیا۔

کمال نے نفی میں سر ہلایا۔ ”آپ نے شیرانہ کو طلاق دی تھی۔ کیا اس کے پس منظر میں کوئی دوسرا آدمی تھا۔ اگر ایسا ہے تو وہ کون تھا۔“

”عمر بیگ...... وہ اپنے آپ کو ایکسپورٹر کہتا تھا۔“ کمال نے جواب دیا۔

”اس کا ایڈریس کیا ہے۔“ انسپکٹر نے بتایا ہوا نام نوٹ بک پر لکھتے ہوئے دریافت کیا۔

”مجھے نہیں معلوم' میری کبھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔“

”گویا آپ کو اندازہ نہیں کہ شیرانہ نے طلاق کے بعد دوسری شادی کی تھی یا نہیں۔“

”کہہ نہیں سکتا۔ سنا تھا عمر بیگ بہت دولت مند آدمی تھا۔ ممکن ہے شیرانہ نے اس سے شادی کر لی ہو۔“

”شکریہ۔“ سب انسپکٹر نوٹ بک بند کرتے ہوئے بولا۔ ”آپ کے تعاون کا شکریہ۔

صرف ایک بات پوچھنا رہ گئی تھی، وہ یہ کہ کیا شیرانہ کو آپ کی شادی کا علم تھا۔"

"مجھے نہیں معلوم، طلاق کے بعد دوسری شادی کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس وقت میں اپنی موجودہ بیوی کو جانتا تک نہیں تھا۔" کمال کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ ممکن ہے کہ شیرانہ کو آپ کی دوسری شادی کا علم نہ ہو لیکن اسے یہ پتا چل گیا ہو کہ آپ یہاں منتقل ہو گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ یہ مقصد لے کر یہاں آئی ہو کہ آپ کو دوبارہ اپنی طرف راغب کر سکے گی۔"

"کیا......" کمال نے اسے گھورا۔ "میری طرح وہ بھی کبھی ایسا نہیں سوچ سکتی۔ طلاق اس کی خواہش پر ہوئی تھی، اس کے بعد دوبارہ میرے پاس آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

سب انسپکٹر نے کمال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ تیار ہوں تو تشریف لے چلیے، ہم جلد از جلد لاش کی شناخت چاہتے ہیں۔ میری جیپ سڑک پر موجود ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میرے پیچھے پیچھے اپنی کار میں بھی آ سکتے ہیں۔"

روزینہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اسے کار کی پچھلی سیٹ پر رکھے ہوئے ہینڈ بیگ کا خیال آ گیا۔ اگر کمال اپنی کار لے گیا تو وہ بیگ دوسروں کی نظروں سے چھپا نہیں رہ سکے گا لیکن کمال نے جب سب انسپکٹر کے ساتھ اس کی گاڑی میں جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ کمال کے بارے میں اب وہ پھر یہی سوچ رہی تھی کہ شیرانہ کی موت سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ چند منٹ پہلے تک تو وہ اس سے آگاہ بھی نہیں تھا۔

ان کے جانے کے فوراً بعد ہی روزینہ ہینڈ بیگ سے نجات حاصل کرنے کی ترکیبیں سوچنے لگی۔ وہ مکان سے نکل کر گیراج میں آ گئی۔ بیگ اس طرح ہاتھ میں پکڑ کر لے جانا خطرناک ہو سکتا تھا۔ ایک دیوار پر پلاسٹک کا ایک ٹکڑا ٹنگا ہوا تھا۔ اس نے بیگ کو پلاسٹک میں

لپیٹا اور باہر نکل آئی لیکن گیراج سے چند قدم کے فاصلے پر عرفان کی ماں مسز نیاز کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ اس کے چہرے پر ایک لمحہ کو خوف کے سائے پھیل گئے جیسے چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لی گئی ہو۔

''اوہ شاید تم ڈر گئیں۔'' مسز نیاز شرمندگی سے مسکراتے ہوئے بولی۔ ''خیر' مجھے اس طرح اچانک تمہارے سامنے نہیں آنا چاہیے تھا۔ ہاں' تم نے اس لڑکی والی بات سنی جو جھیل میں ڈوب کر مر گئی تھی۔ مجھے یقین ہے اس واقعہ کے پس منظر میں کوئی مرد ضرور ہے۔ عجیب احمق لڑکی تھی۔ ایک مرد کی خاطر اپنی جان دے دی۔''

بات کرتے ہوئے مسز نیاز کی نظریں روزینہ کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پلاسٹک کے ٹکڑے پر جمی ہوئی تھیں جس کا ایک کونا ہوا سے ہل رہا تھا۔

''عرفان نے جب نعش دریافت کی تھی تو دہل گیا ہوگا۔'' روزینہ نے بات بناتے ہوئے کہا۔

''عرفان نے......'' مسز نیاز نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا۔ ''لیکن نعش تو رضوانہ نے دریافت کی تھی۔''

''عرفان اس سے چند منٹ پہلے وہاں پہنچا تھا۔ کیا اس نے نہیں بتایا۔''

''نہیں۔ اس نے کوئی تذکرہ نہیں کیا۔'' مسز نیاز نے کہا پھر گھڑی دیکھتے ہوئے بولی۔ ''میں سودا لینے جا رہی ہوں۔ انتظار کریں' وہ سفید کار میں ہوگا۔''

''لیکن میں تو اندر جا رہی ہوں۔ اچھا خدا حافظ۔'' روزینہ کہتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ مسز نیاز کے اس مہمان کو پہلے بھی کئی مرتبہ دیکھ چکی تھی۔ تقریباً پینتالیس سال کی عمر کا ایک موٹا اور بھدا سا آدمی تھا۔ اس کی سفید' کار رات گئے تک ان کے مکان کے سامنے کھڑی رہتی تھی۔ لیکن یہ پڑوسیوں یا ان کے مہمانوں کے بارے میں سوچنے کا وقت نہیں تھا۔

اسے کمال کے واپس آنے سے پہلے پہلے اس بیگ کو کہیں چھپانا تھا۔اس بات کا امکان بھی تھا کہ کمال کے ساتھ کوئی پولیس والا بھی ہو۔وہ مکان کے اندر داخل ہونے کے بجائے وہیں کھڑے کھڑے اطراف کا جائزہ لینے لگی۔اس کی نظریں لان کے پچھلے حصے میں گلاب کی جھاڑیوں کے قریب ایک خالی کیاری پر جمی ہوئی تھیں یہاں کی زمین بھی نرم تھی اور مارچ سے پہلے پہلے کوئی چیز بونے کا امکان نہیں تھا۔

بیگ چھپانے کے لیے اس سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہوسکتی تھی۔اس نے کچن میں جا کر بیگ کو ایک پلاسٹک کے لفافے میں بند کیا اور اسے کیاری میں دفن کر دیا۔ بیگ کو زمین میں دفن کرنے کے بعد وہ مٹی ہموار کر رہی تھی کہ اپنے قریب ہی ایک آواز سنکر اچھل پڑی۔اسکے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا ہو۔

''ہیلو کیا بور ہی ہو۔''

بیلچہ روزینہ کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔وہ تیزی سے پیچھے گھوم گئی۔اس کے سامنے رحمان کھڑا مسکرا رہا تھا۔یوں جیسے بچنے کے لیے اس نے جیکٹ کا کالر اوپر تک اٹھا رکھا تھا۔

'اوہ۔رحمان تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔'' وہ سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی جیسے دل کی دھڑکن پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہو۔

''سوری......'' رحمان نے معذرت آمیز لہجے میں کیا وہ کمال کا کزن تھا۔

''مجھے دور ہی سے آواز دے دینی چاہیے تھی۔اصل میں میرا بھی کوئی قصور نہیں۔میں نے دو تین مرتبہ گھنٹی بجائی تھی مگر کوئی جواب نہیں ملا' گیراج کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔مگر کار موجود تھی جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ کوئی نہ کوئی گھر میں موجود ہوگا۔''

''اچھا ہوا تم واپس نہیں چلے گئے۔''

روزینہ کا خیال تھا کہ رحمان بھی اس کے ساتھ ہی آئے گا لیکن اس کے برعکس وہ اس جگہ کھڑا تازہ کھدی ہوئی زمین کو دیکھتا رہا۔ روزینہ کے دل کی دھڑکن ایک بار پھر بڑھنے لگی۔ آنکھوں میں بے چینی سی ابھر آئی۔ ”رحمان! یہ بیلچہ تم ہی شیڈ میں رکھ آؤ۔ میں اندر جا کر چائے کا پانی رکھتی ہوں۔“ اس نے بیلچہ رحمان کے ہاتھ میں تھما دیا۔

رحمان بیلچہ لے کر شیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ روزینہ تیز تیز قدم بڑھاتی ہوئی اندر داخل ہوگئی اور کچن میں ہاتھ دھو کر چائے کا پانی رکھنے لگی۔ اس دوران اس نے اپنی کیفیت پر کسی حد تک قابو پالیا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اب وہ رحمان کا سامنا کر سکے گی لیکن رحمان نے آتے ہی جو پہلی بات کہی' اسے سن کر روزینہ بدحواس سی ہوگئی۔

”اس وقت تم لان میں کیا کر رہی تھیں کیا کوئی لاش دفن کر رہی تھیں۔“

”کک۔ کیا۔“ وہ بمشکل اپنے آپ پر قابو پاسکی۔ ”لاش واش کوئی نہیں تھی۔ بس یونہی وقت گزاری کے لیے زمین کھود رہی تھی۔“

”مجھے تو دال میں کچھ کالا نظر آ رہا ہے۔“ رحمان کی آنکھوں میں شبہ جھلک رہا تھا۔ ”کمال کہاں ہے۔“

”پولیس اسٹیشن تک گیا ہے' کوئی عورت جھیل میں ڈوب کر مر گئی ہے۔ کمال کو اس کی شناخت کے لیے بلوایا ہے۔“

”کمال ہی کیوں۔“

”کیونکہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ متوفیہ شیرانہ تھی۔ پولیس کا خیال ہے کہ شیرانہ کو قتل کیا گیا ہے۔“

”شیرانہ قتل۔“ رحمان چونک گیا۔ ”مجھے امید تھی کہ ایک نہ ایک دن یہ ہو کر رہے گا۔“

''کیوں۔تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو۔'' روزینہ نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔
''شیرانہ عورت ہی ایسی تھی۔جس نے لوگوں کو اپنے حسن کا دیوانہ بنا رکھا تھا لیکن وہ انتہائی خودغرض اور بد باطن اس نے کسی سے وفا کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ایسی عورتوں کا انجام یہی ہوتا ہے۔'' رحمان کے لہجے میں تلخی تھی۔
روزینہ چائے بنا چکی تھی۔اس نے ایک پیکٹ میں سے کچھ بسکٹ نکالے اور ٹرے اٹھا کر رحمان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ابھی وہ ٹھیک سے بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ باہر کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی' راہداری میں کمال کے قدموں کی چاپ پہچان کر روزینہ نے آواز دے کر اسے ڈرائنگ روم میں اپنی موجودگی کی اطلاع دی' چند سیکنڈ بعد کمال اندر داخل ہوا تو روزینہ نے بھرپور نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔اس کے چہرے پر ویسی ہی پریشانی اور خوف کے...... ملے جلے تاثرات ہے۔اس کی پریشانی دیکھ کر روزینہ کی آنکھیں بھیگ گئی۔
''یہ شیرانہ کا کیا معاملہ ہے۔وہ یہاں اس علاقے میں کیا کر رہی تھی۔'' رحمان نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے پوچھا۔
''کیا تمہیں روزینہ نے بتایا کہ اس کی جیب سے ہمارا ایڈریس برآمد ہوا تھا۔پولیس کا خیال ہے۔وہ میرے پاس آئی تھی۔'' کمال نے روزینہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے کہا۔
''اوہ وہ تمہارے پاس نہیں آئی تھی۔'' رحمان نے اسے چبھتی نگاہوں سے دیکھا۔
''کل شام میں گھر پر نہیں تھا' روزینہ بھی رات کو گیارہ بجے آئی تھی۔اگر اسی دوران شیرانہ ادھر آئی بھی تھی۔تو ہم میں سے کسی سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی۔''

”مجھے تو یہ بھی حیرت ہے کہ اسے تمہارا پتا کیسے معلوم ہوا کمال۔“
”اسے میرا پتا معلوم کرنے کے لیے بڑی تگ و دو کرنی پڑی ہوگی۔ اسے میرا پتا بتانے والا کوئی نہیں ہو سکتا ہے ہمارا کوئی مشترکہ دوست بھی نہیں۔“ کمال نے کہا۔
”کسی کو پتا بتانا کوئی جرم نہیں ہے۔ اسے تمہارا پتا میں نے دیا تھا۔“ رحمان نے معنی خیز لہجے میں کہا۔
”تم نے!“ کمال نے رحمان کو گھورا۔ ”کیا تم اس سے ملتے رہے ہو۔“
”تمہارا یہ خیال غلط نہیں ہے۔ چند ماہ پہلے اتفاق سے ایک جگہ اس سے ملاقات ہو گئی تھی۔ اس نے تمہارے بارے میں بھی دریافت کیا تھا۔ میں نے اسے تمہارا پتا بھی دیا تھا۔ کیونکہ یہ کوئی راز تو نہیں تھا۔“
”بہتر ہوگا کہ یہ سب کچھ پولیس کو بتا دو۔ اب جبکہ اس کی شناخت ہو چکی ہے تو پولیس تفتیش میں سہولت رہے گی۔“ کمال نے کہا۔ ”لاش دیکھنے کے بعد میں کہہ سکتا ہوں کہ اسے واقعی قتل کیا گیا ہے۔ اس کے گلے پر پائے جانے والے نشان اس کی تصدیق کرتے ہیں۔“
”میں ابھی فون کرتا ہوں۔ کیا تمہارے پاس پولیس اسٹیشن کا نمبر ہے۔“ رحمان نے کہا۔
روزینہ اپنی جگہ ساکت بیٹھی رہی۔ وہ دونوں دوسرے کمرے میں جا چکے تھے۔ جہاں سے فون پر رحمان کے بولنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اس بات کو سننے میں اسقدر محو تھی کہ اسے کمال کے دوبارہ کمرے میں آنے کا احساس تک نہ ہو سکا۔ لیکن پھر کان کے قریب اس کی سرگوشی سن کر اچھل پڑی۔
”تم نے ہینڈ بیگ کا کیا کیا ہے۔“
”کک۔ کیا۔“ وہ ہکلا کر رہ گئی۔ اس کے چہرے پر ایک دم زردی پھیل گئی۔ ”شیرانہ کا

ہینڈ بیگ کیا وہ اب بھی کار میں موجود ہے۔ جلدی بتاؤ وہ آ رہا ہے۔'' کمال نے سرگوشی کی اور گردن گھما کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ رحمان شاید فون پر بات ختم کر چکا تھا۔

''نہیں۔ کار میں نہیں ہے۔ میں نے اس زمین میں دفن کر دیا ہے۔'' روزینہ کے منہ سے مردہ سی آواز نکلی۔

''کہاں۔'' کمال نے بدستور دوسرے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔

''گلاب کی جھاڑیوں کے قریب کیاری میں۔''

''ٹھیک ہے۔ اب تم اس جگہ کے قریب بھی مت پھٹکنا۔''

رحمان کو آتے دیکھ کر وہ دوبارہ اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ ''کیا رہا۔'' اس نے رحمان سے پوچھا۔

''انہوں نے ہم دونوں کو پولیس اسٹیشن طلب کیا ہے۔ میں نے انہیں گاڑی بھیجنے سے منع کر دیا۔ ہم تمہاری گاڑی میں چلیں گے۔ ٹھیک ہے ناں۔۔۔'' رحمان نے کہا۔

''ٹھیک ہے...... لیکن میں نہیں سمجھ سکا کہ مجھے کیوں بلایا گیا ہے۔ مجھے جو کچھ معلوم تھا میں انہیں بتا چکا ہوں۔''

☆......☆......☆

ان کے جانے کے بعد روزینہ بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگی' اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات ابھر رہے تھے۔ کیا کمال کو پہلے سے معلوم تھا کہ وہ ہینڈ بیگ شیرانہ کا تھا۔ یا اس نے صرف صورتحال سے یہ اندازہ لگایا تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ کاش! اسے علم ہوتا کہ شیرانہ گزشتہ رات اس گھر میں آئی تھی یا نہیں۔ اگر آئی تھی تو ان دونوں میں کیا باتیں ہوئی تھیں اور یہاں کیا کچھ ہوا تھا۔ اسے یقین سا تھا کہ شیرانہ یہاں آئی تھی۔ دراز میں سے گم شدہ رقم اس کا واضح ثبوت تھا۔ کمال نے وہ رقم اسے دے دی ہوگی۔ ہو سکتا ہے ان میں دوسری ملاقات کا

پروگرام بھی طے ہوا ہو لیکن واپس جاتے ہوئے شیرانہ راستہ بھول کر جھیل کی طرف نکل گئی اور کسی نے اسے لوٹنے کی نیت سے اس پر حملہ کر دیا۔

یا ممکن ہے اسٹاپ پر بس کا انتظار کرنے کے بجائے شیرانہ نے اس مرتبہ بھی کسی کار سے لفٹ لی ہو اور کار والے نے ہی اسے اس انجام تک پہنچا دیا ہو۔ اسے ایک بار پھر کمال پر شبہ ہونے لگا۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ شیرانہ یہاں آئی ہو اور ان دونوں کا کسی بات پر جھگڑا ہو گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں کمال نے یہ انتہائی قدم اٹھایا ہو لیکن نہیں۔ اس نے یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا۔ کمال ایسا نہیں ہو سکتا۔

وہ خوابگاہ میں آ گئی۔ اور ادھر ادھر دیکھتے ہوئے سوچنے لگی کہ ان پریشان کن خیالات سے پیچھا چھڑانے کے لیے اسے اپنے آپ کو کسی کام میں مصروف رکھنا چاہیئے۔ ان کی نظر اس باسکٹ کی طرف اٹھ گئی جس میں دھونے والے کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک ایک کر کے کپڑے باسکٹ سے نکالنے لگی اور پھر ایک موزے پر خشک دھبہ دیکھ کر بری طرح چونک گئی۔ گزشتہ رات جب وہ آئی تھی تو اس نے یہی موزے پہنے ہوئے تھے۔ پھر دفعتاً اسے یاد آ گیا کہ گزشتہ رات ہی جب وہ کمال کی تلاش میں اسٹوڈیو گئی تو اندھیرے میں دروازے کے راستے میں وہیل چیئر سے ٹکرا گئی تھی۔ موزے پر کیچڑ کا دھبہ ٹائر کے نشان کا ہی تھا۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سے چلنے لگیں۔

وہیل چیئر کا پہیہ کیچڑ آلود کیوں تھا۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اس سے کچھ ہی دیر پہلے وہیل چیئر باہر لے جائی گئی ہو گی۔ پولیس کو بھی جھیل کے قریب سائیکل کے ٹائروں کے نشان ملے تھے۔ اس نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دینے کی کوشش کی کہ یہ محض اتفاق ہو سکتا تھا۔ ممکن ہے کمال نے کسی وجہ سے وہیل چیئر باہر لان میں نکالی ہو اور چہل قدمی کے لیے جانے سے

پہلے اسے دوبارہ اسٹوڈیو روم میں پہنچا دیا ہو۔ اس طرح لان میں لانے لے جانے سے اس کے پہیے کیچڑ آلود ہو گئے ہوں۔

لیکن سوال تو یہ تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ اس کے ذہن میں فوراً ہی یہ خیال ابھرا کہ اس سے پہلے پولیس یہ بات معلوم کرے اسے وہیل چیئر سے نجات حاصل کر لینی چاہیے اس سے چند منٹ بعد ہی وہ وہیل چیئر گھسیٹتی ہوئی باہر آ گئی۔

ابھی وہ مکان سے زیادہ دور نہیں آئی تھی کہ عرفان موٹر سائیکل پر آتا نظر آیا۔ اس کے ساتھ موٹر سائیکل پر کوئی لڑکی بھی تھی۔ لڑکی نے سر پر اسکارف باندھ رکھا تھا۔ سیاہ بالوں کی ایک لٹ پیشانی پر اسکارف سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ لڑکی کا اسکارف باندھنے کا انداز بالکل ویسا ہی تھا جیسے شیرانہ نے باندھ رکھا تھا۔ اچانک اس کے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ یہ اسکارف شیرانہ کا تو نہیں۔

جب وہ نصیر کی دکان پر پہنچی تو وہاں کوئی گاہک نہیں تھا۔ نصیر کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا خالی خالی نظروں سے خلا میں گھور رہا تھا۔ اس کو دیکھ کر وہ جلدی سے آگے بڑھا۔ ''وہیل چیئر کی واپسی کی اتنی جلدی بھی نہیں تھی مسز کمال! رات کو اس وقت یہاں آتے ہوئے آپ کو بڑی زحمت ہوئی ہوگی۔''

''کمال اس کا اسکیچ تیار کر چکے ہیں۔ میں نے سوچا آپ کی بیوی کو اس کی ضرورت ہوگی۔'' روزینہ نے جواب دیا اور اس کی بیوی کی خیریت دریافت کرنے لگی۔

گھر واپس پہنچ کر وہ واشنگ مشین میں کپڑے دھونے میں مصروف ہو گئی۔ اس کے ذہن میں اب بھی وہی خیالات کلبلا رہے تھے۔ اسے یقین تھا کہ شیرانہ کی نعش بھی اس وہیل چیئر پر ڈال کر جھیل تک لے جائی گئی تھی۔

پھر اچانک ہی یہ خیال بھی اس کے ذہن میں ابھرا کہ اگر یہ کام کمال نے کیا ہوتا تو وہ پہلی فرصت میں وہیل چیئر سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ وہ ایک بار پھر اپنے شوہر کو بے گناہ سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو ملامت کرنے لگی کہ بلاوجہ وہ اس پر شبہ کر رہی تھی۔

جب کمال آیا تو نو بج رہے تھے۔ اس نے بتایا کہ رحمٰن اپنے گھر جا چکا ہے۔ وہ روزینہ کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولا۔ ''تھوڑی دیر کے لیے کام چھوڑ کر میری طرف توجہ دو۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں کچھ ضروری باتیں کر لینی چاہیے روزینہ۔''

روزینہ کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا لیکن اس نے فوراً ہی اپنی کیفیت پر قابو پالیا اور اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''ہمیں اس گفتگو میں سچائی کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔'' کمال بولا۔ ''اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو گزشتہ شب تم نے جس عورت کو کار میں لفٹ دی تھی۔ وہ شیرانہ تھی اور تمہیں معلوم تھا۔''

''مم...... مجھے کیسے معلوم ہوتا۔'' روزینہ ہکلائی۔ ''تم جانتے ہو کہ میں اسے جانتی تک نہیں۔ کبھی میرا اور اس کا سامنا نہیں ہوا تھا۔''

''پھر تم نے ہینڈ بیگ کیوں چھپا دیا تھا۔ میرا خیال ہے' اس نے تمہیں بتایا ہو گا کہ وہ کون ہے۔''

''نہیں' اس نے اپنا تعارف نہیں کرایا تھا مگر جب صبح سب انسپکٹر نے اس کا حلیہ بتایا تو میں سمجھ گئی کہ جسے میں نے لفٹ دی تھی' وہ شیرانہ ہی تھی۔''

''لیکن سب انسپکٹر کے آنے اور یہ جاننے سے پہلے کہ جھیل میں مرنے والی عورت میری سابقہ بیوی تھی' تم ہینڈ بیگ کار کی پچھلی سیٹ پر کشن کے نیچے چھپا چکی تھیں۔ تم نے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ یہ بیگ تمہارا ہے۔ تم نے اپنی بہن سے مستعار لیا ہے۔ تم نے مجھے

یہ کیوں نہیں بتایا کہ یہ بیگ وہ عورت تمہاری کار میں بھول گئی تھی جسے تم نے لفٹ دی تھی یا تم نے سب انسپکٹر عدنان کے سامنے اس کا ذکر کیوں نہیں کیا۔"

"تم نے مجھے یہ کیوں کہا تھا کہ اگر میں بیگ کو زمین میں دفن کر چکی ہوں تو اب اس جگہ سے دور رہوں۔" روزینہ کے لہجے میں سختی آ گئی۔

"اس لیے کہ میں تمہارا شوہر ہوں اور تمہارا تحفظ میرا فرض ہے۔" کمال نے پر سکون لہجے میں جواب دیا۔ "ہم میاں بیوی ہیں۔ ایک دوسرے کے مفادات کا تحفظ ہمارا فرض ہے۔"

"شکریہ یہ ایک الگ بات ہے۔ ویسے میں سوچ رہی تھی کہ میں تمہیں تحفظ فراہم کر رہی ہوں۔"

"اوہ......وہ کیسے۔" کمال نے اسے گھورا پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "ہمیں بیکار باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے اصل موضوع پر آ جانا چاہیے۔ تم جانتی تھیں کہ جس عورت نے تم سے لفٹ لی تھی، وہ شیرانہ ہی تھی۔"

"مجھے اس وقت تک بالکل علم نہیں تھا لیکن جب اس نے نیو اسٹریٹ اور نیو کاٹیج کا پتا پوچھا تو اس وقت میرے ذہن میں آیا کہ وہ کون ہو سکتی ہے۔ میں نے صرف ایک مرتبہ اس کی تصویر دیکھی تھی۔ غور سے دیکھنے پر یقین ہو گیا کہ وہ شیرانہ ہی تھی۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ محض اتفاق تھا کہ میری سابقہ بیوی نے موجودہ بیوی سے لفٹ مانگی تھی لیکن دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو شناخت نہیں کر سکی تھی۔"

"ہاں، بالکل یہی بات ہے۔ ورنہ اسے کس طرح یہ معلوم ہوتا کہ میں اس وقت وہاں سے گزروں گی اور مجھے یہ کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ وہاں میری منتظر ہو گی۔"

"رحمٰن نے تمہیں اس بارے میں بتا دیا ہو گا۔"

”رحمٰن۔“ روزینہ نے اسے گھورا۔”یہ کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”میرے ذہن میں ایک اور خیال آ رہا ہے۔ رحمٰن اس کے بارے میں اس سے زیادہ جانتا ہوگا‘ جتنا اس نے بتایا تھا۔ بہر حال پھر کیا ہوا تھا۔ تم شیرانہ کو لے کر یہاں تک آئی تھیں۔“

”نہیں‘ میں نے تو نیو کا میچ سے لاتعلقی کا اظہار کیا تھا اور اسے پتا سمجھا کر سڑک کے موڑ پر اتار دیا تھا اور خود آگے نکل گئی تھی۔“

”یعنی تم نے اسے نہیں بتایا کہ کون ہو اور ایسا کیوں کیا تم نے۔“

”کیونکہ میں کباب میں ہڈی نہیں بننا چاہتی تھی۔“ روزینہ نے تلخی سے جواب دیا۔

”گویا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ مجھ سے تجدید تعلق کے لیے یہاں آئی تھی۔ شاید اس لیے تم نے کہا تھا کہ میں دوبارہ اسی سے کیوں ملا ہوں۔“

”اس کے علاوہ میں اور کیا سوچ سکتی تھی۔“

کمال نے پہلی بار کچھ بے چینی سی محسوس کی لیکن اس نے فوراً ہی اپنی کیفیت پر قابو پا لیا۔

”آگے کہو۔ شیرانہ کو سڑک پر اتارنے کے بعد تم نے کیا کیا۔“

”میں بے مقصد گاڑی چلاتی رہی پھر ایک ریسٹورنٹ پر رک کر کافی کے ساتھ سینڈوچز کھائے۔ کچھ دیر وہاں بیٹھی رہی اور پھر گھر آ گئی۔“

روزینہ نے بتایا۔”اس دوران شیرانہ کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا۔ مجھے اس کا کچھ علم نہیں کیونکہ تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں یہاں نہیں تھی۔“

”اور جب تم گھر پہنچیں تو وہ بھی یہاں نہیں تھی۔“

”میں تمہارے واپس آنے سے صرف چند منٹ پہلے یہاں پہنچی تھی۔ گھر میں ٹونی کے

علاوہ کوئی نہیں تھا۔ وہ بھی دروازے میں کھڑا تھا۔"

"دروازے میں......" کمال چونک گیا۔ "لیکن جب میں گھر سے نکلا ہوں تو وہ ڈرائنگ روم میں صوفے پر سو رہا تھا۔"

"تم عقبی دروازہ کھلا چھوڑ گئے تھے۔ کمال! کیا تمہارے خیال میں شیرانہ ایسی عورت تھی کہ دستک کا جواب نہ پا کر بلا تکلف اندر چلی آئی ہو۔"

"کچھ کہہ نہیں سکتا لیکن ہوسکتا ہے' اس نے ایسا کیا ہو۔" کمال نے سوچ بھرے انداز میں جواب دیا۔

"اندر داخل ہونے کے بعد یہ جان کر کہ یہ کسی غیر شادی شدہ شخص کا گھر نہیں ہے۔ وہ کسی حد تک پریشان ہوئی ہوگی۔ وہ میری خوابگاہ میں بھی گئی تھی۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو۔" کمال نے اسے گھورا۔

روزینہ نے اسے کنگھے میں الجھے ہوئے سیاہ بال کے بارے میں بتایا تو وہ بولا۔ "وہی کنگھا جو ویسٹ باسکٹ میں پڑا ہوا تھا۔ تو کیا وہ کنگھا تم نے وہاں ڈالا تھا لیکن مجھے تو اس میں کوئی بال نظر نہیں آیا تھا۔"

"تم نے خیال نہیں کیا ہوگا' وہ نشست گاہ میں بھی گئی تھی۔ کیا وہ بغیر پوچھے ہمارے گھر میں کسی جگہ سے رقم اٹھا سکتی ہے۔"

"رقم......کیسی رقم......" کمال کے اس سوال پر روزینہ نے دراز میں رقم کی عدم موجودگی کے بارے میں بتایا تو وہ بولا۔ "میں تو سمجھا تھا کہ وہ رقم تم نے نکال لی تھی۔"

"میں نے......میں یہاں تھی ہی کب۔" روزینہ نے جواب دیا۔

"آج صبح جب میں نے رقم کو غائب پایا تو یہی سمجھا تھا کہ تم نے اماں کے ہاں جاتے

ہوئے نکالی ہوگی۔" وہ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "شیرانہ کا بیگ گم ہوگیا تھا۔ شاید اس نے ہی رقم نکال لی ہو۔"

"اسی لیے اس نے میرا کنگھا بھی استعمال کیا تھا۔ ممکن ہے اس نے کچھ دیر انتظار کیا پھر اکتا کر تلاشی لینے لگی پھر رقم اس کے ہاتھ لگ گئی۔" روزینہ نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"وہ غالباً یہ ہی سمجھ رہی ہوگی کہ اس کا اب بھی مجھ پر کچھ حق بنتا ہے۔ بہرحال تم نے یہ نہیں بتایا کہ ہینڈ بیگ تم نے کیوں چھپایا تھا۔" کمال نے کہا۔

"آج دوپہر تک مجھے کار میں بیگ کی موجودگی کا علم نہیں تھا اور اس وقت تک مجھے معلوم ہوچکا تھا کہ شیرانہ مر چکی ہے۔ رضوانہ نے اس کے لباس اور حلیے کے بارے میں تفصیل سے بتایا تھا۔

"سمجھا۔" کمال نے گہرا سانس لیتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔ "تمہیں چاہیے تھا کہ سب کچھ مجھے بتا دیتیں لیکن معلوم نہیں تم نے یہ بات مجھے کیوں نہیں بتائی۔"

"میرا خیال تھا کہ شاید تمہیں اب بھی اسے کسی قسم کا لگاؤ ہو۔" روزینہ نے مدھم لہجے میں کہا' وہ یہ نہیں کہنا چاہتی تھی کہ اسے کمال کے شیرانہ کی موت میں ملوث ہونے کا شبہ تھا۔

"گویا' تم میرے احساسات کا تحفظ کر رہی تھیں۔" کمال نے پوچھا تو روزینہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کمال نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ روزینہ نے اپنا سر اس کی کندھے پر رکھ دیا۔ کمال کے بارے میں تمام شبہات ہوا ہوگئے تھے۔ اچانک اسے وہیل چیئر کا خیال آگیا۔ اس نے کمال کو وہیل چیئر کے پہیوں پر کیچڑ اور جھیل کے پاس پائے جانے والے ٹائروں کے نشانات کے بارے میں بتایا تو وہ چونک گیا۔

''ٹائروں کے نشان' کیا پولیس کو کسی کے پیروں کے نشان نہیں ملے۔''

''پیروں کے نشانات کے بارے میں مجھے علم نہیں۔ میرا خیال ہے' پیروں کے نشانات لوگوں کی آمدورفت سے مل گئے ہوں گے لیکن وہیل چیئر کے نشانات رہ گئے تھے۔ اسٹوڈیو روم میں چیئر کے پہیے کیچڑ آلود دیکھ کر میں نے یہی سمجھا تھا کہ شاید تم نے کسی وجہ سے لان میں نکالا ہو۔''

''نہیں' میں نے وہیل چیئر باہر نہیں نکالی تھی۔'' کمال نے نفی میں سر ہلایا۔

''مجھے شبہ ہے کہ شیرانہ کو اس کرسی پر ڈال کر لے جایا گیا تھا۔'' روزینہ بمشکل کہہ سکی۔

''اگر ایسا ہے تو اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شیرانہ پر حملہ اسی گھر میں کیا گیا ہو۔'' کمال نے متفکر لہجے میں کہا۔

''لیکن حملہ آور کون تھا اور وہ اندر کیسے آ گیا ہوگا۔''

''جس طرح شیرانہ اندر داخل ہوئی تھی یا حملہ آور نے کسی عام ملاقاتی کی طرح بیل بجائی ہوگی۔ شیرانہ نے دروازہ کھولا ہوگا اور اس کے بعد۔''

''اوہ...... نہیں...... حملہ آور نے اس سے رقم بھی چھین لی ہوگی۔'' کمال بات جاری رکھتے ہوئے کہتا رہا۔ ''میرا مطلب ہے۔ حملہ آور کی آمد کا مقصد یا وجہ یقیناً کچھ اور رہی ہوگی۔ اس کی موجودگی کے بارے میں کس کس کو معلوم ہے۔''

''سب پڑوسیوں کو معلوم ہے اور پھر وہ نصیر جس سے وہ کرسی لی تھی۔'' روزینہ نے جواب دیا۔

''اخبار اور دودھ والے کو بھی معلوم ہے۔ تمہاری عدم موجودگی میں وہ لوگ اسٹوڈیو میں آجایا کرتے تھے۔ اس طرح بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں وہیل چیئر موجود تھی۔

کیا تم نے ہینڈ بیگ کی تلاشی لی تھی۔''

''ہاں۔'' روزینہ نے جواب دیا۔ ''اس میں عام سی چیزیں تھیں اور ہاں ایک لفافے میں کچھ گولیاں بھی تھیں جس پر کسی عام آدمی کا نام لکھا ہوا تھا۔''

''گولیاں...... شیرانہ کسی قسم کی گولیوں کی عادی نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے وہ محض اسپرین کی گولیاں ہوں۔''

''نہیں، اسپرین نہیں۔ وہ ہلکے نیلے رنگ کی گولیاں تھیں۔ میں اس بیگ کو جھیل کے آس پاس پھینکنا چاہتی تھی تاکہ پولیس کو مل جائے لیکن میں نے اسے پلاسٹک کے تھیلے میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ ہم وہ ہینڈ بیگ اب بھی جائے حادثے کے آس پاس کہیں پھینک سکتے ہیں۔''

''نہیں، اب تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ پولیس والے اتنے بے وقوف نہیں ہوتے۔ اگر انہیں شیرانہ کا ہینڈ بیگ اس جگہ آس پاس کہیں ملا، جہاں وہ تفصیلی تلاشی لے چکی ہیں تو وہ یقیناً یہی سمجھیں گے کہ یہ بیگ ایسے شخص نے یہاں پھینکا ہے جو قریب ہی رہتا ہو۔ جائے حادثہ کے قریب ترین تو ہمارا ہی مکان ہے۔ اس طرح ہم براہ راست شبہے کی زد میں آ جائیں گے۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی شبہ ہے کہ وہ ہمارے گھر کی نگرانی کروا رہے ہوں گے۔''

''تمہارا مطلب ہے کہ اب وہ ہم پر بھی شبہ کر رہے ہیں۔'' روزینہ نے خوفزدہ انداز میں پوچھا اور کمال گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

کچھ دیر ایک خوفزدہ کرنے والی خاموشی طاری رہی پھر کمال نے سلسلہ جاری کرتے ہوئے کہا۔ ''یقیناً پولیس بیوی یا شوہر کو شبہے کی نظر سے دیکھتی ہے۔ یہ اگرچہ عجیب سا لگتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ شیرانہ کو طلاق دینے کے باوجود میں اس کا قریب ترین عزیز سمجھا جاؤں

گا اور جائے واردات سے میری عدم موجودگی کی شہادت بھی اتنی ٹھوس نہیں ہے۔ میرا خیال ہے تمہاری عدم موجودگی کا ثبوت مجھ سے زیادہ بہتر ہوگا۔''

''میری عدم موجودگی ......'' روزینہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''لیکن کیا وہ لوگ یہ سوچنے میں حق بجانب ہوں گے کہ میرا شیرانہ کی موت سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔''

''وہ تم پر بھی شبہ کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔'' کمال نے جواب دیا۔

''لل ......لیکن میں شیرانہ کو قتل کیوں کرنے لگی۔'' روزینہ چیخی۔

'تمہارے پاس مقصد قتل موجود ہے۔ مثال کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ میری وجہ سے تم دونوں میں جھگڑا ہو گیا اور تم نے طیش میں آ کر اسے قتل کر دیا۔''

'کمال ......روزینہ چیخی۔ ''تم اس پر یقین نہیں کر سکتے۔''

''کچھ دیر پہلے میرے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہوا تھا لیکن تمہاری وضاحت سے میں مطمئن ہو چکا ہوں۔''

''کیسی وضاحت۔'' روزینہ نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''یہی کہ سارے اقدامات تم کسی اور کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے کر رہی تھیں۔'' کمال نے اس کے چہرے پر نظریں جما دیں۔ ''تم یہ سمجھ رہی تھیں کہ شیرانہ کو میں نے قتل کیا ہے۔ غلط تو نہیں کہہ رہا۔''

روزینہ جواب دینے کے بجائے عجیب سی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ ''او...... نہیں ......میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا۔''

روزینہ کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔ وہ اپنے ان خیالات پر دل ہی دل میں ندامت محسوس کرنے لگی جو اس نے کمال کے بارے میں قائم کیے تھے۔

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' کمال نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''میں نے شیرانہ کو قتل نہیں کیا۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ ان اطراف میں کہیں موجود ہے۔ جب تم نے مجھ پر الزام لگایا کہ میں نے اسے گھر بلایا تھا تو میں یہی سمجھا کہ شاید تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ بہر حال میں معافی چاہتا ہوں۔''

''اگر ایسی کوئی بات ہے تو ہم دونوں کو ایک دوسرے کو معاف کر دینا چاہیے۔'' روزینہ مسکرا دی۔ وہ اگرچہ اپنے شوہر کی طرف سے مطمئن ہو چکی تھی لیکن یہ بات اب بھی اس کے ذہن میں کھٹک رہی تھی کہ شیرانہ کو قتل کیا گیا تھا مگر اس کا قاتل کون تھا۔

کچھ دیر کھانے کی تیاری کے دوران اس نے کمال کی طرف دیکھا جو میز پر بیٹھا ردی کاغذ کے ایک ٹکڑے پر اس کا اسکیچ بنا رہا تھا۔

''کمال......'' اس نے اپنے شوہر کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔ ''تم نے کہا تھا جب کوئی قتل ہوتا ہے تو سب سے پہلے بیوی یا شوہر کو شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ شیرانہ نے بھی دوسری شادی کر لی تھی اور اس کا شوہر زندہ ہے۔ کیا تم اس کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو۔''

''ہاں' عمر بیگ! ایک منٹ رکو بتاتا ہوں۔'' کمال کہتے ہوئے کاغذ کے دوسری طرف کچھ لکیریں کھینچنے لگا اور پھر کاغذ روزینہ کی طرف بڑھا دیا۔

روزینہ نے ہاتھ کی پشت سے پیشانی پر سے بال ہٹاتے ہوئے کاغذ پر بنے ہوئے اسکیچ کو دیکھا۔ یہ چالیس سال کی عمر کے ایک شخص کا خاکہ تھا جسے دیکھ کر روزینہ کو مسز نیاز کا وہ مہمان یاد آ گیا جو سفید کار پر آیا کرتا تھا۔

''فرض کرو عمر بیگ سے شادی کے بعد وہ کسی اور مرد میں دلچسپی لینے لگی ہو اور اس کا پتا چل جانے پر عمر بیگ نے اسے کسی قسم کی دھمکی دی ہو اور وہ مدد اور حفاظت کے خیال سے تمہارے

پاس چلی آئی ہو۔" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئی پھر دوبارہ کہنے لگی۔

"اگر اس کا اور کوئی قریبی عزیز نہ ہو تو کیا وہ سچ مچ تمہارے پاس آ سکتی ہے۔"

"ہاں، اس سے کچھ بعید نہیں لیکن وہ اکثر کہا کرتی تھی کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جو اسے نقصان پہنچا سکتا ہو۔" کمال نے کاغذ پر لکیریں کھینچتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر عمر بیگ۔"

"اس سے بھی کچھ بعید نہیں۔" کمال نے جواب دیا۔

روزینہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی گھنٹی بج اٹھی۔ روزینہ کے ذہن میں سب سے پہلے پولیس کا نام ابھرا اور وہ کام چھوڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ دروازہ کھولتے ہی اس کی نظر ایک اجنبی پر پڑی جس کی عمر تیس کے لگ بھگ اور کنپٹیوں کے قریب بال گھنگھریالے تھے۔

"میں شیرانہ سے ملنا چاہتا ہوں۔" اجنبی نے اس کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

روزینہ متوحش نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ ابھی کوئی جواب بھی نہ دے پائی تھی کہ پشت سے کمال کی آواز آئی۔

"اندر آ جاؤ مسٹر!" اجنبی اندر آ گیا۔ وہ اب بھی روزینہ کو گھور رہا تھا پھر وہ کمال کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ "اس مداخلت کے لیے معذرت خواہ ہوں لیکن ایک اہم مسئلے پر میرا شیرانہ سے ملنا ضروری تھا۔"

"تم اس سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔" کمال نے قدرے درشت لہجے میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب تک آپ کو سب کچھ معلوم ہو چکا ہوگا۔ مسٹر کمال! یہ اس کے ساتھی کا مسئلہ ہے جو اس کے لیے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔" اجنبی نے کہا۔

"عمر بیگ۔" روزینہ نے سوالیہ انداز سے کہا۔

اجنبی نے گھوم کر اس کی طرف دیکھا پھر ناگوار سے لہجے میں بولا۔ "کوئی شخص مرنے کے بعد کسی کے لیے مصیبت کا باعث نہیں ہو سکتا۔"

روزینہ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے کمال کی طرف دیکھا جو نگاہوں میں اسے محتاط رہنے کی تنبیہہ کر رہا تھا لیکن وہ ان نگاہوں کا مطلب نہ سمجھ سکی اور اجنبی کی طرف دیکھتے ہوئے متعجب لہجے میں بولی۔

"عمر بیگ مر چکا ہے۔"

"وہ گزشتہ اکتوبر میں رحیم آباد میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گیا تھا۔ یہ مجھے شیرانہ نے بتایا تھا۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ اس نے جھوٹ بولا تھا۔ میرا خیال ہے کہ آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہوں گے۔" بات کرتے ہوئے اجنبی کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

"سمجھ رہا ہوں۔" کمال نے کہا۔ "مگر تم کس کی بات کر رہے تھے۔"

"جس سے شیرانہ منسوب ہے۔" اجنبی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "میں شیرانہ کو محتاط رہنے کا مشورہ دینے آیا ہوں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ شیرانہ کہاں ہے۔"

"لیکن......" روزینہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن کمال نے اس کی بات کاٹ دی۔

"تم خاموش رہو ڈارلنگ!" کمال نے کہا پھر اجنبی سے مخاطب ہوا۔ "اگر اسے معلوم ہے کہ شیرانہ کہاں ہے تو اسے ہم سے زیادہ معلومات حاصل ہوں گی۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ شیرانہ یہاں نہیں ہے پھر وہ کہاں جا سکتی ہے۔" اجنبی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اگر وہ یہاں آئی بھی تھی تو یہاں کسی سے ملاقات نہیں ہو سکی ہوگی کیونکہ میں اور میری

بیوی گھر پر نہیں تھے۔"

"اوہ...... آپ نے شادی کرلی۔" اجنبی نے تعجب سے کہا۔ "شیرانہ کو شاید علم نہیں ہوگا کہ یہاں دوسری مسز کمال بھی موجود ہوں گی۔ کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ شیرانہ اس وقت کہاں ہوگی۔"

"وہ گزشتہ روز جھیل میں مردہ پائی گئی تھی۔" کمال نے جواب دیا۔

ایک لمحہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اجنبی پتھر کا بن گیا ہو۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس کے ہونٹ پھڑپھڑا کر رہ گئے۔ وہ لوگ ابھی تک کھڑے راہداری میں باتیں کر رہے تھے۔ روزینہ اسے بازو سے پکڑ کر ڈرائنگ روم میں لے آئی اور ایک صوفے پر بٹھا دیا۔ اجنبی خالی خالی نظروں سے دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اسے کس نے قتل کیا ہے۔" اجنبی نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"یہ تو تم ایسے کہہ رہے ہو جیسے وہ خودکشی نہیں کر سکتی۔" کمال نے کہتے ہوئے اس کے چہرے پر نظریں جما دیں۔

'خودکشی اور شیرانہ...... نہیں، ناممکن ہے۔"

'میں تمہاری اس بات سے اتفاق کرتا ہوں مسٹر......" کمال چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔ "مجھے افسوس ہے کہ تم میرا نام جانتے ہو لیکن میں تم سے متعارف نہیں ہوں۔"

'عبداللہ' میرا نام عبداللہ خان ہے۔" اجنبی نے اپنا تعارف کرایا۔

'عبداللہ خان۔" روزینہ یہ نام سن کر اچھل پڑی۔

"کیا آپ کو میرا نام معلوم تھا۔" عبداللہ نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"اوہ...... نہیں...... بالکل نہیں۔" روزینہ نے کمال کو گھورتے پا کر نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے

کسی اور نام کی غلط فہمی ہوئی تھی۔

"شیرانہ یہاں کیوں آئی تھی مسٹر عبداللہ۔" کمال نے سوال کیا۔

"وہ کچھ پریشان تھی۔ اس کا نیا دوست اسے مال متروکہ سمجھ کر اس پر مکمل قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ اور کسی سے بات بھی کر لیتی تو وہ اسے بے تحاشا پیٹنا شروع کر دیتا۔"

"یہ تو فطری بات ہے۔ میرا خیال ہے کوئی بھی مرد یہ بات برداشت نہیں کر سکتا۔" روزینہ نے تبصرہ کیا۔

"لیکن وہ اس کی بیوی نہیں تھی۔" عبداللہ خان نے کہا۔ "وہ اس شام میرے پاس آئی تھی اور اس کے ظلم کی کہانی سناتے ہوئے کہا تھا کہ وہ کمال کے پاس جا رہی ہے تا کہ اس سے کوئی مدد لے سکے۔ اس کے بقول کمال پر اس کا حق بھی بنتا تھا۔ میں نے اس معاملے کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیا۔ میرا خیال تھا کہ معمولی سا اختلاف تھا جو رفع ہو جائے گا۔ آج صبح میں نے اس کے دوست کو فون کیا لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ تب پھر اچانک میرے ذہن میں شیرانہ کے اس دوست کی کہی ہوئی بات ابھر آئی۔ اس نے کہا تھا کہ اگر کبھی شیرانہ اسے چھوڑ کر گئی بھی تو اسے معلوم ہے کہ وہ کہاں جائے گی۔ جب بھی ایسا ہوا' شیرانہ کو پناہ دینے والے کو پچھتانا پڑے گا۔"

روزینہ کپکپا کر رہ گئی۔ اس کے چہرے پر خوف کے سائے پھیل گئے لیکن کمال بھنویں سکوڑتے ہوئے بولا۔ "پولیس کے کہنے کے مطابق وہ بس کے ذریعے یہاں تک آئی تھی۔ تمہارے بیان کے مطابق اگر وہ ایک دولت مند بیوہ کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھی تو اس کے پاس کار کیوں نہیں تھی۔ وہ کار پر بھی یہاں آ سکتی تھی۔"

"اس کے پاس کار نہیں تھی۔ کچھ عرصہ پہلے وہ باتوں باتوں میں اپنی پریشانیوں کا ذکر کرتی

رہتی تھی۔ عمر بیگ کے مرنے کے بعد اس کی دولت کا بیشتر حصہ اس کے بچوں کو ملا تھا۔ شیرانہ کو بہت معمولی رقم ملی جو اس کے نئے دوست کی عیاشیوں کی نذر ہو گئی۔"

"اور تمہارے کہنے کے مطابق یہ شخص اسے کسی قسم کی دھمکیاں بھی دیتا رہا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ شیرانہ کو اسی نے قتل کیا ہو۔" روزینہ بولی۔

"ایک منٹ۔" عبداللہ خان سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "میں نے یہ نہیں کہا تھا۔"

"لیکن اس امکان کو نظر انداز تو نہیں کیا جا سکتا۔" روزینہ نے اصرار کیا۔ "میرا خیال ہے کہ تمہیں یہ سب پولیس کو بتا دینا چاہیے۔ شیرانہ تمہاری بھی دوست تھی۔"

"ہاں یہ درست ہے۔ وہ ایک بہت اچھی لڑکی تھی لیکن اب کوئی بھی چیز اسے واپس نہیں لا سکتی۔" عبداللہ نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"فرض کرو۔ پولیس کسی بے گناہ پر اس کے قتل کا شبہ کر رہی ہو۔" کمال کو گھورتے پا کر روزینہ اپنا جملہ پورا نہ کر سکی۔

"لیکن تم دونوں تو گھر سے باہر تھے۔" عبداللہ خان نے باری باری ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ درست ہے۔" کمال بولا۔ "لیکن بد قسمتی سے ہم دونوں اکٹھے نہیں تھے اور پھر قانونی طور پر میاں بیوی ایک دوسرے کے حق میں شہادت نہیں دے سکتے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اپنی معلومات پولیس کو فراہم کرنے کو تیار ہوں۔" عبداللہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

کمال اسے پولیس اسٹیشن کا پتا سمجھانے لگا پھر بولا۔ "اگر تم چاہو تو میں اپنی کار پر تمہیں وہاں لے جا سکتا ہوں۔"

”میرے پاس اپنی کار موجود ہے۔ جسے میں نے کچھ فاصلے پر چھوڑ دیا تھا۔“ عبداللہ نے پھیکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

اس نے رخصت ہوتے ہوئے ایک بار پھر بھرپور نگاہ سے روزینہ کی طرف دیکھا تھا۔ اس کے جانے کے بعد ان دونوں نے کھانا کھایا اور سونے کے لیے خوابگاہ میں چلے گئے۔

☆......☆......☆

دوسرے دن ناشتہ انہوں نے کھڑکی کے پاس والی میز پر کیا۔ جہاں سے صبح کی نرم دھوپ میں لان کا دلفریب منظر نظر آ رہا تھا۔ پھر کال بیل کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔

”صبح صبح یہ کون ہو سکتا ہے۔“ روزینہ نے چائے کا کپ میز پر رکھتے ہوئے بڑبڑائی۔

”میں دیکھتا ہوں۔“ کمال کہتا ہوا اٹھ کر باہر چلا گیا۔

کچھ دیر بعد سب انسپکٹر عدنان کی آواز سنائی دی۔ کمال اس سے باتیں کرتا ہوا ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑا۔ سب انسپکٹر کی دوبارہ آمد پر روزینہ کی پیشانی پر فکر و تردد کی لکیریں ابھر آئیں۔ وہ اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی ڈرائینگ روم کی طرف چل دی۔ جب وہ اندر داخل ہوئی تو سب انسپکٹر کہہ رہا تھا۔

”ایک چھوٹے سے معاملے میں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ آپ کو تھوڑی دیر کے لیے میرے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا ہوگا۔“

بات کرتے ہوئے وہ اس طرح چاروں طرف دیکھتا رہا۔ جیسے کسی خاص چیز کی تلاش ہو۔

”کیا معاملہ ہے۔“ کمال نے الجھی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

”عبداللہ خان کی فراہم کردہ معلومات کے سلسلے میں تو کوئی بات نہیں۔“ روزینہ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ ہیلو مسز کمال۔'' سب انسپکٹر نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ ''کیا کہا آپ نے کس کی فراہم کردہ معلومات۔''

''عبداللہ خان!'' روزینہ نے مدھم لہجے میں کہا۔ سب انسپکٹر کی لاعلمی نے اسے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ ''وہ رات کو پولیس اسٹیشن گیا تھا۔ اس نے اس آدمی کے بارے میں تفصیل سے بتایا ہوگا جو شیرانہ کو دھمکیاں دیتا رہا تھا۔ کیا اس نے یہ سب کچھ نہیں بتایا۔''

سب انسپکٹر نے الجھی ہوئی نگاہوں سے باری باری دونوں کی طرف دیکھا پھر بولا۔

''نہیں وہ کون تھا۔ اس نام کے کسی آدمی نے پولیس سے رابطہ قائم نہیں کیا۔''

کمال نے اسے عبداللہ کے بارے میں تفصیل بتا دی۔ سب انسپکٹر چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ ''میرا خیال ہے۔ اس نے آپ کو اپنا نام بھی بتایا ہوگا آپ نے اس کے ایڈریس وغیرہ کے بارے میں کچھ بھی نہیں پوچھا ہوگا۔''

''نہیں میں نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔'' کمال نے جواب دیا۔ پھر وہ دونوں پولیس اسٹیشن چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد روزینہ اپنے آپ کو تنہا اور خوفزدہ سی محسوس ہونے لگی۔ اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات جنم لے رہے تھے۔ ہوسکتا ہے کمال اب واپس نہ آئے۔ پولیس سے یہ بعید نہیں تھا کہ اسے قتل کے الزام میں گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دے۔ اسے شیرانہ کے ہینڈ بیگ میں موجود گولیوں والے اس لفافے کا خیال آ گیا۔ جس پر عبداللہ کا پتا لکھا ہوا تھا۔ ہینڈ بیگ وہ زمین میں دفن کر چکی تھی۔ اگر لفافہ موجود بھی ہوتا تو شاید وہ اسے پولیس تک پہنچانے کی ہمت نہ کر پاتی لیکن وہ یہ سوچنے لگی کہ اگر اب بھی وہ لفافہ نکال کر پتا ذہن نشین کر لے تو پولیس کو یہ کہہ سکتی ہے کہ عبداللہ خان نے فون کر کے اپنا پتا بتا دیا تھا۔

وہ کھڑکی کے پاس کھڑی ہوکر لان کی طرف دیکھنے لگی۔اس سے صرف سوفٹ کے فاصلے پر شیرانہ کا ہینڈ بیگ دفن تھا۔اس نے اطراف میں دیکھا۔رضوانہ اوران کے لان کے درمیان اونچا جنگلہ تھا۔جس پر بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔رضوانہ کے لان سے وہ جگہ نظر نہیں آسکتی تھی۔ جہاں ہینڈ بیگ دفن تھا۔اسے فیصلہ کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی' باہرآ کراس نے شیڈ سے بیلچہ اٹھایااور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اس طرف چل دی۔

کیاری کے قریب رک کروہ گہری نظروں سے اس جگہ کا جائزہ لینے لگی۔

وہ یادکرنے کی کوشش کررہی تھی کہ بیگ اس نے کیاری میں کس جگہ دفن کیا تھالیکن چونکہ گزشتہ رات اس نے بڑی عجلت میں یہ کام کیا تھا۔اس لیے اسے یاد نہیں آرہا تھا کہ ٹھیک جگہ کون سی ہوسکتی ہے۔اس نے اندازے کی بناپر کھدائی شروع کردی۔

کافی گہرائی میں کھودنے کے باوجود بیگ نظر نہیں آیا تواس کے بدن میں سنسنی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔اس نے گڑھے کو چاروں طرف پھیلا دیالیکن ہینڈ بیگ کا نشان تک نہیں ملا۔وہ سیدھی ہوکرایک بار پھرادھرادھر نظریں دوڑانے لگی۔ممکن ہے۔بیگ اس نے کیاری میں گلاب کی جھاڑیوں کے قریب کہیں دفن کیا ہو۔وہ دوسری جگہ کھدائی شروع کرنے سے پہلے کھودی ہوئی مٹی گڑھے میں بھرنے لگی۔ابھی وہ پوری طرح سیدھی نہیں ہو پائی تھی کہ جنگلے کی طرف سے آنے والی کھانسی کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

وہ تیزی سے اس طرف گھوم گئی' رضوانہ کا شوہر دونوں ہاتھ جنگلے پر جمائے اوپر جھانک رہا تھا۔اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھااور آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

روزینہ اپنی جگہ پر بے حس وحرکت کھڑی ہوگئی۔اس کی قوت گویائی شاید جیسے سلب ہوگئی تھی۔بالآخر رضوانہ کے شوہر کی آواز نے ہی خاموشی کو توڑا۔

''تم نے ہمارا کتا جیکی تو نہیں دیکھا۔''

''جی کی۔'' روزینہ کے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی۔ وہ اس قدر وحشت زدہ تھی کہ ایک لمحہ کو تو یہ بھی نہ سمجھ سکی کہ جیکی کیا تھا۔

''وہ رات دس بجے گھر سے نکل گیا تھا اور اب تک لوٹ کر نہیں آیا پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا۔'' کرمداد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ جیکی کی بات کر رہے ہو نہیں میں نے اسے نہیں دیکھا۔''

''میرا خیال ہے تم نے کل اسے دیکھا تھا۔ جب رضوانہ اس کے ساتھ جھیل سے واپس آرہی تھی۔ کیسا دہشت ناک واقعہ ہوا تھا جھیل پر۔ بہرحال تم اس کیاری میں کیا بونے کی کوشش کر رہی ہو۔ ''

''میرا خیال ہے تمہیں اپنے کتے کی فکر کرنی چاہیے۔'' روزینہ نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

''ہاں اور رضوانہ بھی اس کے لیے پریشان ہو رہی ہے۔'' کرمداد نے کہتے ہوئے پہلے کھدی ہوئی زمین اور پھر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

''مجھے سردی محسوس ہو رہی ہے۔ میں اندر جا رہی ہوں۔'' روزینہ اس کی طرف دیکھے بغیر کہتے ہوئے اندر آ گئی۔ اب وہ اپنی حماقت پر پچھتا رہی تھی۔ اس نے دن کے وقت ہینڈ بیگ نکالنے کی کوشش کیوں کی۔ جبکہ یہ کام اسے رات کی تاریکی میں کرنا چاہیے تھا۔ کرمداد نے اسے زمین کھودتے دیکھ لیا تھا اور یہ اچھا نہیں ہوا تھا۔ یہ شخص اس کے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا۔

اندر آ کر وہ گھر کے کام میں مصروف ہو گئی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ گھنٹی کی آواز سن

کر وہ اچھل پڑی۔ یہ سمجھ کر کہ کمال واپس آ گیا ہوگا۔ اس نے جلدی سے دروازہ کھول دیا لیکن سامنے رضوانہ کو دیکھ کر وہ چونک سی گئی۔ اس وقت اس کی حالت کچھ اچھی بھی نہیں تھی۔ آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ جیسے روتی رہی ہو اور بال الجھے ہوئے تھے لیکن روزینہ کو یہ اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ اس کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔

"قاتلہ۔" رضوانہ کے حلق سے خوفناک غراہٹ نکلی۔ "تم دونوں میاں بیوی قاتل ہو' بزدل' خونی۔" روزینہ تھرا گئی ایک لمحہ کو تو وہ سمجھ ہی نہ سکی کہ وہ کیا کہہ رہی تھی۔ پھر اس نے جلدی سے اپنے حواس پر قابو پالیا۔ اس کے ذہن میں سب سے پہلا خیال یہ ابھرا کہ رضوانہ کو کسی طرح یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ دونوں کسی نہ کسی طرح شیرانہ کے قتل میں ملوث ہیں لیکن وہ حقیقت جانے بغیر اس قدر برہم کیوں ہو رہی تھی۔

"یہ مت سمجھنا کہ تم لوگ صاف بچ نکلو گے۔ اس کی لاش کو دفن کر کے ثبوت ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ کرمداد نے خود تمہیں دیکھا تھا۔ میں تھانے جا رہی ہوں سمجھیں۔" رضوانہ نے چیخ کر کہا لیکن اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی تھی۔

"ایک منٹ رضوانہ!" روزینہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "کیا تم یہ نہیں بتاؤ گی کہ ہم نے کیا کیا ہے۔"

"تم نے یا تمہارے اس بدبخت شوہر نے گزشتہ رات میرے جیکی کو مار کر اپنے لان میں دفن کر دیا ہے۔" رضوانہ نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کرمداد نے کچھ دیر پہلے تمہیں زمین ہموار کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ احساس جرم نے تمہیں اس کے سامنے رکنے نہیں دیا اور تم اندر بھاگ آئیں۔"

"یہ جھوٹ ہے سراسر بکواس۔" روزینہ چیخی۔ "اگر تمہارا کتا ہم سے مرا ہوتا تو ہم اسے چوری چھپے اپنے باغ میں دفن نہ کرتے۔"

”تو پھر تم لان میں کیا کر رہی تھیں۔“ رضوانہ نے ایک میلے سے رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

”ہمارے ٹونی نے ایک کبوتر کو ہلاک کر دیا تھا۔ اس کے پر وغیرہ سمیٹ کر زمین میں دبا رہی تھی۔“ روزینہ نے جواب دیا۔

”اوہ......“ رضوانہ کے چہرے پر ندامت کے تاثرات ابھر آئے۔ ”مجھے افسوس ہے۔“

”تمہارا جیکی کہیں دور نکل گیا ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ وہ ٹھیک ٹھاک واپس آ جائے گا۔“ روزینہ نے اسے تسلی دی۔

”پتا نہیں کہاں چلا گیا ہے۔ اس سے پہلے وہ کبھی گھر سے باہر نہیں نکلا' خدا کرے وہ زندہ سلامت واپس آ جائے گا۔“ رضوانہ کہتی ہوئی واپس مڑ گئی۔

روزینہ کچن میں آ گئی۔ کام کے دوران وہ سوچ رہی تھی کہ کرمداد کے دل میں یہ شبہ جنم لے چکا تھا کہ نیو کاٹیج کی چار دیواری میں کوئی غیر معمولی بات ہو رہی تھی۔ وہ دعا مانگنے لگی کہ رضوانہ کا شوہر بھی کسی طرح کبوتر والی کہانی پر یقین کر لے۔

وہ کام سے فارغ ہوئی تھی کہ ایک بار پھر کال بیل بج اٹھی۔ اس مرتبہ اس کے ذہن میں کمال کا خیال نہیں ابھرا تھا۔ جب اس نے دروازہ کھولا' تو سامنے ایک باوردی پولیس کانسٹیبل کو دیکھ کر چونک سی گئی۔

”مسز کمال! ایک معاملے کی وضاحت کے لیے آپ کو میرے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنے کی زحمت کرنی ہوگی۔“

روزینہ متوحش نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

☆......☆......☆

"آپ کا کہنا ہے کہ آپ رات ساڑھے دس اور گیارہ بجے کے درمیان گھر پہنچی تھیں۔"

انسپکٹر نے روزینہ کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا وہ بھاری ڈیل ڈول اور لمبے قد کا آدمی تھا۔ چہرے پر پولیس والوں کی سی مخصوص کرختگی نمایاں تھیں۔

"کیا آپ وقت کا ٹھیک تعین نہیں کر سکتیں۔"

"میں نے گھر پہنچتے ہی گھڑی نہیں دیکھی تھی اور، اور پھر میری گھڑی بند بھی ہو چکی تھی۔ یہ بات آپ کو پہلے ہی بتا چکی ہوں۔" روزینہ نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر وہ بولی۔ "میرے شوہر کہاں ہیں۔"

"وہ اس وقت کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔" انسپکٹر نے جواب دیا۔

"مسز کمال میں یہ جاننا چاہوں گا کہ نور پور سے اپنے گھر پہنچتے آپ نے اتنا وقت کیوں لگایا، جبکہ فاصلہ تین میل سے زیادہ نہیں۔"

"کک کتنا وقت۔" روزینہ ہکلا گئی۔ اس کے چہرے پر انجانے سے خوف کے سائے پھیل گئے۔

"ہمارے ایک آدمی نے آپ کو دس بجے کے قریب نور پور کے آخری چوراہے سے گزرتے ہوئے دیکھا تھا۔" انسپکٹر نے کہا۔ "اس کی بیوی سرالمکس کی کلاس میں آپ کی شاگرد ہے۔ اس طرح اسے آپ کو پہچاننے میں کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی تھی۔"

"اوہ۔" روزینہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔ "درحقیقت یہ ہے کہ میں سیدھی گھر نہیں گئی تھی۔" اسے فوراً ہی خیال آیا کہ اسے یہ بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔ اس کے برعکس وہ پولیس والے کے اس بیان کی سختی سے تردید کرتی کہ اس نے اسے دیکھا ہوگا۔ "بات یہ ہے کہ مجھے اس وقت بڑے زور کی بھوک لگ رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ گھر میں کھانا تیار نہیں

ہوگا کیونکہ میں اپنے شوہر کو اطلاع دیے بغیر آ رہی تھی۔ اس لیے میں کچھ کھانے کے لیے ایک ریسٹورنٹ میں چلی گئی تھی۔" اس نے ریسٹورنٹ کا نام بھی بتا دیا جہاں چائے کے ساتھ سینڈوچ کھائے تھے۔

"ہوں۔" انسپکٹر نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ آپ جھیل کنول کے متصل سڑک سے تقریباً اس وقت گزری ہوں گی۔ جب شیرانہ وہاں موجود تھی۔ کیا آپ نے اس سڑک سے گزرتے ہوئے کسی کو دیکھا تھا۔"

"نہیں! میں راستے بھر اپنی بیمار ماں کے بارے میں سوچتے رہی تھی۔ اس ریسٹورنٹ سے پہلے میں نے کسی راہگیر کو نہیں دیکھا تھا۔"

انسپکٹر اس کے چہرے سے نظریں ہٹائے بغیر آگے کو جھک گیا۔ روزینہ کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ اس سے کوئی اہم سوال پوچھنا چاہتا ہے لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا فون کی گھنٹی بج اٹھی اور انسپکٹر کا ہاتھ فون کے ریسیور کی طرف بڑھ گیا۔ روزینہ یہ تو نہ سمجھ سکی کہ دوسری طرف سے فون پر کیا کہا جا رہا ہے لیکن انسپکٹر کے چہرے کے تاثرات سے اسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ دوسری طرف سے اس کے مطلب کی بات کہی جا رہی ہے۔"

اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں کی چمک بڑھتی جا رہی تھی۔

"میں ابھی تمہارے پاس آ رہا ہوں۔" انسپکٹر نے فون پر اپنے مخاطب سے کہا اور اٹھتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔

انسپکٹر کے جانے کے دو منٹ بعد ایک باوردی لیڈی سب انسپکٹر لیس کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ چند لمحوں تک اس کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر پنسل اور پیڈ سنبھال کر مسکراتے ہوئے بولی۔ "مسز کمال، ہم ایک بار پھر آپ کی کہانی دہرائیں گے۔ ہاں تو رات گیارہ بجنے سے کچھ

پہلے آپ اپنے گھر پہنچی تھیں۔“
روزینہ ایک بار پھر وہی کہانی دہرانے لگی‘ جو اس سے پہلے انسپکٹر کو سنا چکی تھی لیکن ابھی سوال کا مرحلہ نہیں آیا تھا کہ انسپکٹر اسی تیزی سے کمرے میں داخل ہوا جس تیزی سے نکل کر گیا تھا۔
”مسز کمال!“ وہ آتے ہی پرجوش لہجے میں بولا۔ ”شیرانہ کا ہینڈ بیگ دستیاب ہوگیا ہے۔ جس میں ایک ایسا لفافہ بھی ملا۔ جس پر اس آدمی کا نام اور پتا لکھا ہوا تھا۔“
روزینہ سناٹے میں آگئی۔ اسے کمرہ گھومتے ہوئی معلوم ہونے لگا۔ انسپکٹر کی آواز بھی اسے میلوں دور سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس حالت میں وہ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ یہ ایک چال بھی ہوسکتی تھی۔ اب غالباً وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ کمال نے ہی شیرانہ کو قتل کر کے اس کا ہینڈ بیگ چھپا دیا تھا‘ اس نے کہنا چاہا کہ ہینڈ بیگ کمال نے نہیں چھپایا تھا لیکن اس کی آواز سینے میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔
”کیا ہوا مسز کمال! کیا میں آپ کے لیے پانی لاؤں۔“ لیڈی انسپکٹر لیس اس کے قریب پہنچ کر بولی۔
”یس پلیز!“ روزینہ نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا اور کوٹ اتار کر ایک طرف ڈال دیا۔ ”اف یہاں کتنی گھٹن ہو رہی ہے۔“
انسپکٹر نے ایک کھڑکی کھول دی‘ اتنے میں لیڈی سب انسپکٹر لیس بھی پانی کا گلاس لے کر آگئی۔
”کیا ہینڈ بیگ جھیل کے پاس سے کہیں ملا ہے۔“ روزینہ نے پانی پی کر سوال کیا۔
”اوہ...... یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے۔ ہم اس علاقے کے چپے چپے کی تلاشی لے چکے

تھے لیکن ہمیں کامیابی نہیں ہوئی۔ جبکہ ایک کتے نے اسے کہیں سے ڈھونڈ نکالا۔" انسپکٹر نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

"کتے نے۔"

"ہاں وہ کتا پرنس اسٹریٹ پر رہنے والے کرمداد نامی ایک آدمی کی ملکیت ہے۔ کتا گزشتہ رات سے لاپتا تھا اور آج جب وہ واپس آیا تو اس نے منہ میں یہ بیگ اٹھا رکھا تھا۔"

اس وقت کمال بھی کمرے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر روزینہ کے چہرے پر طمانیت سی آ گئی۔ انسپکٹر دروازے سے باہر نکل گیا۔

"کچھ سنا تم نے شیرانہ کا ہینڈ بیگ مل گیا۔ بیگ رضوانہ کے کتے نے جھیل کے قریب جنگل سے تلاش کیا ہے۔" روزینہ نے کمال کو بتایا۔

"جیکی نے۔" کمال کے لہجے میں حیرت تھی۔ روزینہ کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اسے اس سلسلے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔

"انسپکٹر کا کہنا تھا کہ ہینڈ بیگ میں سے ایک لفافہ بھی ملا ہے۔ جس پر عبداللہ کا پتا لکھا ہوا تھا۔" وہ کمال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی ہوئی بولی۔

"میں جانتا ہوں۔" اس نے معنی خیز مسکراہٹ سے کہا اور کن اکھیوں سے لیڈی سب انسپکٹر لیس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"میرا تحریری بیان لیا جا چکا ہے اور میرا خیال ہے کہ اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

روزینہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے توقع تھی کہ انہیں روک لیا جائے گا لیکن سب انسپکٹر لیس نے پیڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ روزینہ کا یہ بیان ٹائپ ہونے کے بعد کسی وقت اس کے دستخط لے لیے جائیں گے۔ اگر وہ ایک دو منٹ تک انتظار کریں گے تو ان کی واپسی کے

لیے گاڑی کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ بات ختم کرتے ہی وہ کمرے سے باہر جا چکی تھی۔

وہ دونوں اگرچہ دونوں سے کئی سوالات کرنا چاہتے تھے لیکن آنکھوں کی زبان سے ایک دوسرے کو خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا کہ یہاں کوئی بات کرنا خطرناک ثابت ہوگا لیکن گھر پہنچ کر روزینہ نے جیسے ہی دروازہ بند کیا۔ کمال نے اس کی کلائی پکڑ کر اس طرح اپنی طرف گھمایا کہ وہ وحشت زدہ سی ہو گئی۔

''اب بتاؤ میرے بعد تم کیا کرتی رہی تھیں۔ کیا ہینڈ بیگ تم نے زمین سے نکال کر جنگل میں پھینکا تھا۔'' وہ تیز لہجے میں بولا۔

''نہیں میں نے ایسا نہیں کیا۔'' وہ کلائی چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

''سوری!'' وہ اس کی کلائی پر گرفت کم کرتے ہوئے بولا۔ ''تو بیگ تم نے نہیں نکالا۔''

''نہیں۔'' روزینہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میں نے ایسا کرنے کی کوشش ضرور کی تھی۔'' وہ خاموش ہو کر زمین کی کھدائی اور رضوانہ سے جھگڑے کی تفصیل بتانے لگی۔

''کیا یہ ممکن ہے کہ جیکی نے زمین کھود کر بیگ نکال لیا ہو۔'' کمال ساری بات سننے کے بعد بولا۔

''بیرونی دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ ممکن ہے یہ حرکت جیکی ہی کی ہو۔ وہ لوگوں کی چیزیں اٹھا کر گھر سے لے جانے کا عادی ہے۔'' روزینہ بولی۔

''مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کسی وقت گیٹ کھلا چھوڑا ہو۔'' کمال بڑبڑایا۔

''گیٹ کے معاملے میں میں بھی بہت محتاط رہتی ہوں۔''

''ممکن ہے۔ ہمیں یاد ہی نہ رہا ہو۔ بہر حال' چلو ذرا اس کیاری کے پاس دیکھتے ہیں۔''

کمال کی اس تجویز پر روزینہ فوراً ہی عقبی لان کی طرف چل پڑی لیکن کمال نے جلدی سے اس

کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ”اس طرف سے نہیں، ممکن ہے گھر کی نگرانی کی جا رہی ہو اور ہمیں کیاری کے قریب دیکھ لیا جائے۔ ہم اوپر کی کھڑکی سے وہاں کا جائزہ لیں گے۔ میں دوربین لاتا ہوں۔“

وہ دونوں اوپر آ گئے۔ کمال نے اسے تنبیہ کی کہ وہ کھڑکی کے بالکل قریب نہ جائے۔ روزینہ تقریباً کھڑکی سے ایک گز دور رہ کر کیاری اور اس کے آس پاس کا جائزہ لینے لگی۔ کیاری میں ایک جگہ سے زمین کھدی ہوئی تھی۔ مٹی کو ہموار کرنے کی بھی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ اس چھوٹے سے گھڑے کے قریب ہی کوئی چیز چمک رہی تھی۔ وہ پلاسٹک کا تھیلا تھا۔ جس میں اس نے شیرانہ کا ہینڈ بیگ لپیٹا تھا، بیگ پھٹا ہوا تھا۔

”کیا خیال ہے۔ کیا کوئی کتا یہ کام سرانجام دے سکتا ہے۔“ روزینہ نے کہا۔ اس وقت تک کمال بھی اس جگہ کا جائزہ لے چکا تھا۔

”میں سمجھ نہیں سکتا کہ یہ گڑھا جیکی نے کھودا ہوگا۔ جس صفائی سے کھدائی کی گئی ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ کسی کتے کا کام نہیں ہے۔“ کمال نے فکرمند لہجے میں جواب دیا۔

”لیکن پھر یہ کون ہو سکتا ہے۔“ روزینہ ہکلائی۔

”کرمداد علی کے بارے میں کیا خیال ہے۔“

”تمہارا کیا خیال ہے کہ اس نے پولیس کو بتایا ہوگا کہ اس نے صبح مجھے بیلچہ لیے یہاں کھڑے دیکھا تھا۔“

”نہیں میرا خیال ہے۔ یہ کھدائی اس نے خود کی ہوگی۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ تمہاری کبوتر والی کہانی میں کس قدر سچائی ہے۔“

”تو پھر انسپکٹر نے یہ کہانی کس طرح گھڑ لی کہ ہینڈ بیگ جیکی کو جنگل سے ملا تھا۔“

”انسپکٹر نے نہیں، یہ کہانی کرمداد نے گھڑی ہوگی۔“ کمال بولا۔ ”یہ بات ہمیشہ ذہن میں

رکھو کہ لوگ پولیس کو کبھی پوری بات نہیں بتاتے۔ ہماری اپنی مثال لے لو۔ بیگ دستیاب ہونے کے بعد کرمداد کو اپنی پوزیشن کی نزاکت کا احساس ہوا ہوگا۔ اس نے بات اپنے آپ پر لینے کے بجائے ساری کہانی کتے سے منسوب کر دی۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ اپنے طور پر بھی کوئی بات چھپانا چاہتا ہے۔ جمعہ کی رات کو وہ کہاں تھا۔ یہ بھی ایک اہم سوال ہو سکتا ہے۔''

''کیا تم کرمداد علی پر شیرانہ کے قتل کا شبہ کر رہے ہو۔'' روزینہ نے متوحش نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ ''لیکن وہ ایسا کیوں کرنے لگا۔''

''آخر کسی اور نے بھی ایسا کیوں کیا ہوگا۔'' کمال نے الٹا اسی سے سوال کر ڈالا۔

''اس رخ پر بھی سوچا جا سکتا ہے کہ اس نے شیرانہ کو ہمارے گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہو اور خود بھی اندر آ گیا ہو۔ پھر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے شیرانہ پر دست درازی کی کوشش کی ہو۔ جس پر شیرانہ نے اس کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا اور اس نے......''

روزینہ بڑبڑاتے ہوئے چپ ہو گئی۔

''اگر یہ بات ہے تو شیرانہ نے واقعی ہاتھ چھوڑ دیا ہوگا۔'' کمال بولا۔

''بیچارہ کرمداد۔'' وہ بڑبڑائی۔

''ہمیں اتنی جلدی کسی نتیجے پر نہیں پہنچنا چاہیے۔'' کمال بولا۔ ''میں اب بھی شیرانہ کے اس نئے عاشق کے بارے میں سوچ رہا ہوں جس کے متعلق عبداللہ نے بتایا تھا۔ اس پر زیادہ شبہ کیا جا سکتا ہے۔''

وہ لوگ ابھی تک اوپر کی منزل کے اس کمرے میں تھے کہ کال بیل کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ وہ ایک پریس رپورٹر تھا جو ان کی کھوج لگاتا ہوا پہنچ گیا۔ وہ کمال سے شیرانہ کے بارے میں کچھ تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن کمال کچھ بھی بتانے پر آمادہ نہ ہوا۔ اخباری

نمائندے سے نجات ملتے ہی کمال' روزینہ کے پاس پہنچ گیا جو اس دوران کچن میں جا کر دوپہر کے کھانے کی تیاری میں لگ گئی تھیں۔

"سب کچھ چھوڑ دو روزینہ! ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔" وہ کچن میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"کیا۔" روزینہ چیخی۔ "کہاں اور کیوں جا رہے ہیں۔"

"اگر ہم یہیں جمے رہے تو یہ اخبار والے ہماری جان کو آ جائیں گے۔ اس سے بدتر یہ کہ تمام تفصیلات اخباروں میں شائع ہونے کے بعد ہمیں دھمکی آمیز فون کالز اور خطوط ملنا شروع ہو جائیں گے۔" کمال نے وضاحت کی۔

"نہیں۔" روزینہ سہم گئی۔

"اس سے پہلے کہ یہ سلسلہ شروع ہو ہمیں وقتی طور پر یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے اگر ہم چند روز کے لیے خالہ نسیم اور رحمان کے مہمان بن جائیں تو وہ بوجھ محسوس نہیں کریں گے۔ تم تیاری کرو۔ میں رحمان کو فون کرتا ہوں۔"

"لیکن ٹونی کا کیا ہوگا۔ اس کی دیکھ بھال کون کرے گا۔" روزینہ نے پریشان ہو کر کہا۔

"کرمداد اور رضوانہ سے بات کر لی جائے گی۔ ورکشاپ والے کمرے میں ٹونی کے لیے کھانے پینے کی تمام چیزیں رکھ کر دروازہ کھلا چھوڑ دیں گے۔ ان دونوں میں سے کوئی آ کر اسے دیکھ لیا کرے گا۔" کمال نے کہا۔ پھر اپنے خیال کی نفی کرتے ہوئے بولا۔ "لیکن نہیں ان دونوں سے کہنا مناسب نہیں ہوگا۔ عرفان کی امی سے بات کر لی جائے۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ رضوانہ اور کرمداد ہی سے کہنا مناسب رہے گا۔ اگر انہیں ہم پر کسی قسم کا شبہ تھا۔ تو وہ ختم ہو چکا ہوگا۔ اس طرح ہمیں یہ بھی پتا چل جائے گا کہ شیرانہ کا ہینڈ بیگ

جیکی ہی نے نکالا تھا۔ یا کرمداد کی حرکت تھی۔" روزینہ نے کہا۔

"اچھا آئیڈیا ہے۔ تو میں جا کر بات کرتا ہوں۔" کمال بولا۔

"نہیں میں ہی جاؤں گی۔ کیونکہ یہ سارا بکھیڑا میری ہی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کاش! ہم شروع ہی میں ایک دوسرے سے غلط بیانی نہ کرتے لیکن کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ہم اب بھی ساری باتیں پولیس کو بتا دیں۔" روزینہ نے کہا۔

"نہیں! اس موقع پر یہ بات خطرناک ہوگی۔" کمال نے نفی میں سر ہلا دیا۔ "مجھے شبہ ہے کہ وہ لوگ ابھی تک میری طرف سے مطمئن نہیں ہوئے۔ ہمارے اس اقدام سے ان کی اس شبہ کو تقویت ملے گی کہ شیرانہ کو میں نے ہی قتل کیا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" روزینہ نے ٹھنڈا سانس بھرا۔ "بہرحال میں رضوانہ سے جا کر بات کرتی ہوں۔"

"ذرا محتاط رہ کر بات کرنا۔" کمال نے اسے تنبیہ کی۔

کال بیل کے جواب میں دروازہ کرمداد علی نے کھولا روزینہ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوگئی اور ہونٹوں پر مکارانہ مسکراہٹ آگئی۔

"ہیلو کرمداد۔" روزینہ اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے بولی۔ "میں اور کمال کچھ دنوں کے لیے باہر جا رہے ہیں۔ کیا تم لوگ اس دوران ہمارے ٹونی کی دیکھ بھال کر سکتے ہو۔"

"اندر آجاؤ۔" کرمداد نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے راستہ چھوڑ دیا۔

روزینہ جھجکتے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوگئی۔ ڈرائنگ روم میں پرانے فیشن کا بھاری فرنیچر بے سلیقگی سے آراستہ تھا۔ ایک طرف بچھے ہوئے گدے پر جیکی لیٹا ہوا تھا۔ کمرے کی کھڑکیاں بند تھیں۔ جن کے سامنے بھاری پردے کھنچے ہوئے تھے۔ کارنس پر دو تین چھوٹے

گملے تھے جن میں پودے لگے ہوئے تھے۔ کمرے میں عجیب سی بو کا احساس ہو رہا تھا۔

''جیکی واپس آ گیا نا' رضوانہ تو بلاوجہ پریشان ہو رہی تھی۔'' روزینہ نے بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں! اور آپ کو معلوم ہے وہ اپنے ساتھ کیا لے کر آیا ہے۔'' کرمداد نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔ ''جھیل میں ڈوبنے والی عورت کا وہ ہینڈ بیگ جس کی پولیس کو تلاش تھی۔ اس کے لہجے میں کچھ عجیب سا تاثر تھا۔

''واقعی......'' روزینہ نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔ جیسے اب تک اسے اس بات کا علم نہ ہوا ہو۔ ''حیرت ہے۔ اسے یہ ہینڈ بیگ کہاں سے ملا ہوگا۔''

''یہ بھی ایک سوال ہے۔ رضوانہ پولیس والوں کو وہ جگہ دکھانے گئی ہے۔ جہاں وہ جیکی کو عام طور پر ٹہلانے لے جاتی تھی۔'' کرمداد کے ہونٹوں پر مکارانہ مسکراہٹ آ گئی۔

''اوہ...... رضوانہ گھر پر نہیں ہے۔ میں پھر کسی وقت آ جاؤں گی۔'' روزینہ کہتے ہوئے دروازے کی طرف مڑ گئی۔

''رک جاؤ' اتنی بھی کیا جلدی ہے۔'' کرمداد اس کے راستے میں آ گیا۔

روزینہ اس کی اس حرکت پر چونک سی گئی۔ کرمداد کی نیت بھانپنے میں دیر نہیں لگی تھی لیکن وہ کوشش کر رہی تھی کہ چہرے سے خوف کا اظہار نہ ہونے دے۔ ''رضوانہ پتا نہیں کب آئے اور پھر کمال میرا انتظار کر رہا ہوگا۔''

''اسے انتظار کرنے دو۔'' کرمداد نے کہتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیا۔ بات کرتے ہوئے اس کا لہجہ بدل گیا تھا اور تنفس بھی بے ربط ہو رہا تھا۔

روزینہ کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں۔ وہ الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگی' کرمداد بدستور

آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر خباثت کے آثار ابھر آئے تھے روزینہ پیچھے ہٹتی ہوئی کھڑکی کے قریب پہنچ گئی جس کے ساتھ ہی کارنس تھا۔

''تو آج صبح تم نے کیاری میں کبوتر دفن کیا تھا۔ تمہارا کیا خیال تھا کہ میں تمہاری اس بات پر یقین کرلوں گا۔'' اس نے آگے بڑھ کر روزینہ کے دونوں بازوؤں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

روزینہ اس کے شکنجے میں آچکی تھی لیکن اس نے اپنے حواس زائل نہیں ہونے دیے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر کارنس پر رکھا ہوا ایک گملا اٹھا لیا اور اچانک ہی کرمداد کے سر پر دے مارا۔ ضرب خاصی شدید تھی۔ کرمداد کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ گملا ٹوٹنے سے مٹی اس کے سر اور منہ پر پھیل گئی۔ اس کے چیخنے کی آواز سن کر جیکی غرانے لگا لیکن پھر ایک کرسی کے پیچھے رک گیا۔ کرمداد دونوں ہاتھوں سے سر سہلانے لگا' روزینہ نے موقع ملتے ہی دروازے کی طرف دوڑ لگادی۔

''ٹھیک ہے۔'' کرمداد اس کی طرف دیکھ کر غرایا۔ ''کب تک بچی رہو گی میں پولیس کو اطلاع کردیتا ہوں کہ جیکی کو وہ ہینڈ بیگ کہاں سے ملا تھا۔''

''کہاں سے ملا تھا۔'' روزینہ نے اس کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں اب خوف کا تاثر نہیں تھا۔

''تمہارے لان سے اور یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتی ہو۔'' کرمداد بولا۔

''یہ ناممکن ہے۔ تمہارا بوڑھا جیکی اتنا اونچا جنگلا نہیں پھلانگ سکتا' گیٹ بھی بند تھا جو پولیس والا مجھے لینے آیا تھا۔ وہ اس بات کی گواہی دے سکتا ہے۔ جب ہم پولیس اسٹیشن سے واپس آئے تو گیٹ کھلا ہوا ملا۔ اسکا صاف مطلب ہے کہ کوئی شخص ہمارے گھر کی حدود میں داخل ہوا تھا اور تم جانتے ہو کہ یہ ایک جرم ہے۔''

''میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔'' کرمداد کا لہجہ متزلزل ہوگیا۔ ''مجھے تم پر شبہ تھا اور جب میں

نے کیاری کھودی تو وہاں سے کبوتر کی بجائے وہ ہینڈ بیگ برآمد ہوا۔"

"اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو اپنی زبان بند رکھتی۔" روزینہ نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"تمہاری نئی کہانی سن کر پولیس تمہاری ہی گردن ناپے گی۔"

"نہیں۔" کرمداد کی آنکھوں میں یکدم خوف کے سائے پھیل گئے۔ "وہ ہینڈ بیگ دراصل جیکی کو جنگل میں سے ہی ملا تھا۔ اس وقت جو کچھ بھی ہوا۔ وہ تو ایک مذاق تھا۔"

"لیکن اگر تمہاری بیوی کو پتا چل جائے تو وہ تمہاری اس حرکت کو مذاق نہیں سمجھے گی لیکن اگر تم بیگ والی اپنی پہلی کہانی پر قائم رہو تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ رضوانہ کو تمہاری اس مکروہ حرکت کا پتا نہیں چلے گا۔"

"مم......میں وعدہ کرتا ہوں۔" کرمداد ہکلایا۔

روزینہ چند لمحوں تک اسے گھورتی رہی۔ پھر خاموشی سے باہر نکل گئی۔ وہ پرسکون انداز میں چلتی رہی لیکن اپنے گھر کے لان میں داخل ہوتے ہی وہ دوڑنے لگی۔ اب اس پر اس واقعہ کا......ری ایکشن ہو رہا تھا۔ وہ گھر میں داخل ہو کر زور زور سے کمال کو پکارنے لگی۔

"کیا ہوا روزینہ۔۔۔۔ بتاؤ روزینہ کیا ہوا۔" کمال ایک کمرے سے باہر آتا ہوا بولا۔

"وہ ذلیل کمینہ مجھے بلیک میل کرنا چاہتا تھا" روزینہ نے رک رک کر بتایا۔

"مجھے پہلے ہی یہ شبہ تھا۔ کتنی رقم مانگ رہا ہے۔" کمال نے غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"رقم نہیں......وہ مجھے۔" روزینہ جملہ مکمل نہ کر سکی۔

"اس کی یہ ہمت۔" وہ روزینہ کو ایک طرف دھکیل کر غصیلے انداز میں دروازے کی طرف بڑھا لیکن روزینہ نے لپک کر اسے روک لیا۔

"نہیں تمہیں وہاں جانے کی ضرورت نہیں ڈیئر۔ میں اس معاملے کو طے کر آئی ہوں۔"

”کیا مطلب‘ کیا کہنا چاہتی ہو۔“ کمال نے اسے گھورا۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں‘ میں نے اس کی نہ صرف پٹائی کر ڈالی تھی۔ بلکہ اسے زبان بند رکھنے پر بھی مجبور کر دیا ہے۔“ روزینہ نے کہا اور پھر اس واقعہ کی تفصیل بتانے لگی۔

”ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اب وہ واقعی اپنی زبان بند رکھے گا۔ اب عرفان اور اس کی امی سے ٹونی کی بات کی جائے۔ میں ان سے بات کر کے آتا ہوں۔ اس دوران تم ضروری چیزیں بھی پیک کر لو اور ہاں دروازہ بند کر لینا‘ کوئی بھی آئے دروازہ مت کھولنا۔“ کمال کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

☆......☆......☆

خالہ نسیم اور ان کے بیٹے رحمان نے بڑی گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا۔

رحمان کے پاس ایک پرانی سی کار تھی۔ جس کا انجن اسے بے وقت پریشان کیے رہتا تھا۔ کمال کا زیادہ تر وقت اس کے ساتھ کار کی مرمت وغیرہ میں گزرتا۔ جبکہ روزینہ گھر کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتی۔ اس کے ساتھ ہی اپنے پالتو بلے ٹونی کا خیال بھی اس کے ذہن پر مسلط رہتا تھا کہیں وہ بھوکا نہ ہو‘ یا باہر نکلے تو کسی کتے کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔ اس کے علاوہ وہ عجلت میں چند ضروری چیزیں گھر بھول آئی تھی۔ اگر وہ کمال سے کہتی کہ وہ نیو کاٹیج سے کچھ چیزیں لانا چاہتی ہے تو وہ ہرگز اس کی اجازت نہ دیتا لیکن دوسرے روز اسے نیو کاٹیج جانے کا موقع مل گیا۔ دراصل خالہ جان کو اپنی کسی ملنے والی کے ہاں جانا تھا روزینہ انہیں وہاں چھوڑ کر نیو کاٹیج کی طرف روانہ ہو گئی۔

اس وقت شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ روزینہ نے دروازے میں چابی گھمائی ہی تھی کہ ٹونی میاؤں میاؤں کرتا ہوا اس کے پیروں سے لپٹ گیا۔ روزینہ نے اسے گود میں اٹھا لیا اور اسے

سہلاتی ہوئے اندر داخل ہوگئی ٹونی مسلسل میاؤں میاں کیے جا رہا تھا۔ روزینہ کی چھٹی حس اسے کسی انہونی بات کی اطلاع دے رہی تھی۔ مختلف کمروں سے ہوتی ہوئی کچن میں پہنچ کر وہ بتی جلانا ہی چاہتی تھی کہ اس کی نظر کھڑکی سے باہر اٹھ گئی۔ اس نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور اسٹوڈیو کی طرف دیکھنے لگی۔ جس کی بتی جل رہی تھی اور دروازہ نصف کے قریب کھلا ہوا تھا۔

اسے خیال آیا کہ ممکن ہے کہ عرفان کی ماں ٹونی کو راتب کھلانے آئی ہو اور ٹونی کو وہاں نہ پا کر اسٹوڈیو میں اسے تلاش کر رہی ہو۔ ٹونی کو نیچے اتار کر روزینہ نے عقبی دروازہ کھولا اور لان کی نرم گھاس پر دبے قدموں چلتی ہوئی اسٹوڈیو کی طرف بڑھنے لگی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رک گئی۔ اندر سے ہلکی سی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ ایک لمحہ کو اس کے دل میں انجانا سا خوف ابھرا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے دروازہ پوری طرح کھول دیا۔

دوسرے ہی لمحے اس کا دل تیزی سے دھڑک اٹھا۔

عرفان دیوار کے قریب استادہ لکڑی کی ایک الماری کی تلاشی لے رہا تھا۔

پھر تمام چیزیں واپس رکھ کر اس نے وہ دراز بند کر دی اور دوسری دراز کھول لی۔

روزینہ ایک لمحے کو سناٹے میں آگئی۔ اس نے بڑی احتیاط سے دروازہ نصف کے قریب بند کر دیا اور قدموں کی آہٹ پیدا کیے بغیر واپس چلدی۔ کچھ دور جا کر رکی اور مڑ کر باآواز قدموں سے چلتی ہوئی ایک بار پھر اسٹوڈیو کے سامنے آگئی اور دروازہ کھولنے سے پہلے اونچی آواز میں بولی۔

"ہیلو اندر کون ہے۔"

اسے دراز بند ہونے کی آواز سنائی دی اور جب وہ اندر داخل ہوئی تو عرفان الماری کے سامنے کھڑا سر کے بال درست کر رہا تھا اور اس کے چہرے پر اگرچہ معصومیت تھی لیکن آنکھوں

میں جرم کا احساس واضح ہو رہا تھا۔

”ہیلو مسز کمال!“ وہ جلدی سے بولا۔”میں ٹونی کو کھانا کھلانے آیا تھا لیکن وہ نظر نہیں آ رہا۔ میں اسے تلاش کر رہا تھا۔“

”وہ اس وقت گھر کے اندر ہے۔“ روزینہ نے جواب دیا۔ وہ عرفان سے آنکھیں ملانے کی ہمت نہیں پا رہی تھی۔ جیسے خود کوئی جرم کرتی ہوئی رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو۔ پھر وہ بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔”میں کچھ ضروری چیزیں بھول گئی تھی وہی لینے آئی ہوں۔“

”امی کہیں گئی ہوئی تھیں۔ اس لیے ٹونی کی خاطر مجھے آنا پڑا۔“ عرفان نے اپنی آمد کا جواز پیش کیا۔

”ٹونی کو اب میں کچن ہی میں کھلا دوں گی۔“

روزینہ نے بلے کو دودھ پلانے والی پلیٹ اور بند خوراک کا ایک پیکٹ اٹھاتے ہوئے کہا۔”دودھ کی بوتل تم اٹھا لو اور میرے ساتھ آ جاؤ۔ ایک کپ چائے پی لینا‘ میرا خیال ہے۔ ٹن میں ایک آدھ کیک کا ٹکڑا ابھی موجود ہو گا۔“

وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے کچن میں آ گئے۔ روزینہ نے چائے بنائی اور برتن ٹرے میں سجاتی ہوئی بولی۔”آؤ ہم ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر چائے پئیں گے۔“ وہ دونوں آتشدان کے قریب ہی آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

”میرا خیال تھا تم آج اپنی دوست کے ساتھ کہیں باہر گئے ہوئے ہو گے۔“ روزینہ نے برسبیل تذکرہ کہا۔

”اوہ......وہ میرا اس سے جھگڑا ہو گیا ہے۔“

”ارے! ہوا کیا تھا۔“

”اس کے خیال میں وہ سفید اسکارف جو میں نے اسے تحفتاً دیا تھا بہت معمولی تھا حالانکہ وہ بہت قیمتی تھا۔“ عرفان نے اپنی بات ختم کی تو نجانے کیوں اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ آنکھوں میں انجانے سے خوف کی جھلک ابھر آئی۔

”حالانکہ وہ سفید اسکارف اس کے سر پر بہت بچ رہا تھا۔ میں نے اسے گزشتہ دنوں میں تمہارے ساتھ موٹر سائیکل پر دیکھا تھا۔ تم نے اسے وہی اسکارف دیا تھا ناں۔“

”ہاں!...... میں نے وہ اسکارف شہر کے سب سے مہنگے علاقے کی ایک دوکان سے خریدا تھا اور مجھے اس کی خاصی قیمت ادا کرنا پڑی تھی۔“ عرفان نے اس سے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔

سفید اسکارف نے روزینہ کو ایک بار پھر شیرانہ کی یاد دلا دی۔ اسے حیرت تھی کہ شیرانہ کے اسکارف کا کیا ہوا۔ اگر لاش کی دستیابی پر اسکارف اس کے سر پر موجود ہوتا تو پولیس کسی نہ کسی موقع پر اس کا حوالہ ضرور دیتی۔ کیا کامل کا یہ کہنا درست تھا کہ پولیس نے بعض باتیں چھپائی ہیں اور ان کو مناسب وقت پر ظاہر کرے گی۔“ اس نے عرفان کی طرف دیکھا وہ اب بھی خوفزدہ بیٹھا تھا۔

کچھ دیر خاموشی کے بعد وہ بات بناتے ہوئے بولا۔ ”میں نے موٹر سائیکلوں کی ریس میں کچھ رقم جیتی تھی۔ اگر ریس نہ جیتتا تو اتنی مہنگی دوکان سے اسکارف نہ خرید سکتا۔ یہ کہتے ہوئے اس کی نظریں روزینہ کی پشت کی طرف کسی چیز پر مرکوز تھیں لیکن روزینہ کو متوجہ پا کر اس نے اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ روزینہ کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ اس طرف رکھی ہوئی الماری کو دیکھ رہا تھا۔ جس میں سے رقم غائب ہوئی تھی۔

اس خیال کے ساتھ ہی روزینہ کے ذہن کی گرہیں کھلتی چلی گئیں۔ عرفان بیکار تھا۔ اسے

اپنے موٹر سائیکل اور لڑکی کی ناز برداری کے لیے رقم کی ضرورت تھی۔ جمعہ کی رات کو کمال گھر کا عقبی دروازہ کھول کر باہر چلا گیا تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ عرفان نے اس موقع پر پورا پورا فائدہ اٹھایا ہو۔

جیسا کہ وہ آج بھی اسٹوڈیو روم کی تلاشی لے رہا تھا۔ کیا واقعی اسے کسی قیمتی چیز کی تلاش تھی اور وہ اسکارف تو بالکل ویسا ہی تھا۔ جیسا کہ اس رات شیرانہ نے سر پر باندھا ہوا تھا۔ کیا یہ اسکارف واقعی اس نے خریدا تھا یا جمعہ کی رات کو اسے اس گھر میں کہیں پڑا ہوا ملا تھا۔ یا یہ کہ اس نے مردہ شیرانہ کے سر سے اتارا۔

اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس گھر میں ایک وہیل چیئر موجود تھی اور وہ جھیل کے تمام راستوں سے بھی آگاہ تھا۔ کسی اجنبی کے لیے دبیز دھند میں بالکل ٹھیک راستے سے جھیل تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ پہلے اس کے ذہن میں یہ خیال کیوں نہیں آیا تھا۔ پھر یہ کہ دوسرے روز صبح سویرے ہی عرفان کو جھیل سے شیرانہ کی لاش کھینچتے ہوئے دیکھا گیا تھا جو گرے ہوئے درختوں کی شاخوں میں الجھی ہوئی تھی۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ لاش کو باہر کھینچنے کے بجائے اندر دھکیل رہا ہو۔

"خیریت تو ہے۔ مسز کمال۔ آپ یکایک کچھ پریشان دکھائی دینے لگی ہیں۔" عرفان نے پوچھا۔

"سر میں درد ہے۔ گزشتہ کئی روز بڑی پریشانی میں گزرے ہیں۔ اس عورت کے قتل والے معاملے میں پولیس کی پوچھ گچھ نے پریشان کر دیا ہے۔" روزینہ نے جواب دیا۔

"اوہ......اوہ۔۔۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ پولیس نے مجھے پریشان نہیں کیا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

”بہت اچھی بات ہے۔ تمہیں یہ تو معلوم ہے کہ مقتولہ شیرانہ میرے شوہر کی سابقہ بیوی ہے۔“ روزینہ نے یہ سوچتے ہوئے کہا کہ یہ بات اب عام ہو چکی ہو گی۔

”کچھ ایسی باتیں سننے میں آئی تو تھیں۔“ عرفان نے آتشدان میں بھڑکتی ہوئی آگ پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ”لیکن اس وقت مجھے علم نہیں تھا۔“

”کب۔“ روزینہ نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

”جب مجھے اس کی لاش ملی تھی۔“ عرفان نے جواب دیا۔

روزینہ کے ذہن میں ایک بار پھر مختلف سوالات کلبلانے لگے۔ بالفرض عرفان گھر کو خالی پا کر چوری کی نیت سے اندر داخل ہوا تھا۔ جبکہ شیرانہ اوپر والی خوابگاہ میں موجود تھی۔ نیچے آ کر اس نے عرفان کو چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ اس نے شور مچایا ہو گا۔ یا پولیس کو اطلاع دینے کے لیے فون کی طرف دوڑی ہو گی۔

اس نے عرفان کو دیکھا جو دونوں پیر پھیلائے کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے ذہن میں اچانک ہی یہ خیال ابھرا کہیں وہ اس وقت شیرانہ کے قاتل کے ساتھ بیٹھی چائے تو نہیں پی رہی لیکن سوال یہ تھا کہ عرفان کے خلاف اس کے پاس کیا ثبوت تھا۔

”عرفان! جمعہ کی رات کو تم کہاں تھے۔“ اس نے اچانک ہی سوال کیا اور اٹھ کھڑی ہوئی' اس کی نظریں عرفان کے چہرے کا جائزہ لے رہی ہیں۔

”کیا......“ عرفان چونک گیا۔ اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔

وہ اپنی کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔ ”اپنے دوستوں کے ساتھ تھا۔ ہم اس رات بہت دیر تک ایک ہوٹل میں بیٹھے رہے تھے۔ ہم اکثر وہاں جاتے رہتے ہیں۔“

ہوٹل کے نام پر روزینہ کو یاد آ گیا۔ جب وہ شیرانہ کو نیو ویلفیئر اسٹریٹ کے سرے پر اتار

کر گھر جانے کے بجائے سیدھی نکل گئی تھی اور پھر بھوک مٹانے کے لیے ریسٹورنٹ میں چلی گئی تھی۔اس وقت وہاں زیادہ تعداد نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی تھی۔ان میں ایک لڑکی کا چہرہ اس کی نظروں میں گھوم گیا۔اس لڑکی کو ہی اس نے عرفان کے ساتھ موٹر سائیکل پر دیکھا تھا۔

''لیکن تم تو وہاں نہیں ہے۔یا یوں کہو کہ رات کے گیارہ بجے تک نہیں تھے۔جبکہ تمہاری وہ دوست دوسرے لوگوں کے ساتھ وہاں موجود تھی اسے یہ فکر تھی کہ تم کہاں رہ گئے تھے۔''

روزینہ نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

''مم......میری موٹر سائیکل راستے میں خراب ہو گی تھی۔'' عرفان نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

''جھوٹ مت بولو......اس وقت تم یہاں تھے۔'' روزینہ نے پر وثوق لہجے میں کہا۔''میں سب کچھ جانتی ہوں۔اس لیے تم اس کی تردید نہیں کر سکتے۔''

عرفان کے چہرے کے تاثرات ایک بار پھر بدلنے لگے' وہ چند لمحے ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر روزینہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔''ٹھیک ہے۔میں تردید نہیں کروں گا۔میں اسکول کے زمانے کی بنائی ہوئی اپنی کچھ ڈرائنگز مسٹر کمال کو دکھانے کے لیے آیا تھا۔وہ اسٹوڈیو میں نہیں تھے۔پھر گھر میں روشنی دیکھ کر میں عقبی دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔مجھے اس کے قدموں کی آواز سنائی دی۔وہ سامنے کا دروازہ کھول کر پاگلوں کی طرح باہر دوڑتا چلا گیا۔''

روزینہ کے ذہن میں ایک بار پھر شبہات جنم لینے لگے۔کمال نے جمعہ کی رات کو عرفان کے آنے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔''لیکن۔'' وہ عرفان کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔''تم اس کے پیچھے نہیں گئے تھے۔میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ تم یہاں رک کر کیا کرتے رہے تھے۔''

''میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آپ کی عدم موجودگی میں وہ کیا کر رہا تھا۔'' عرفان نے پرسکون

لہجے میں جواب دیا۔ اب وہ اپنی کیفیت پر قابو پا چکا تھا۔

''تم نے یہاں تلاشی لینا شروع کر دی اور پھر شیرانہ نے تمہیں رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔''

روزینہ نے اسے گھورا۔

''آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔'' عرفان کی بھنویں سکڑ گئیں۔

''جمعہ کی رات کو شیرانہ بھی یہاں تھی اور تم بھی...... اور تم نے۔'' روزینہ نے جان بوجھ کر جملہ مکمل نہیں کیا۔

عرفان نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا۔ جیسے وہ روزینہ کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہا ہو۔ ''شیرانہ نے مجھے واقعی گڑبڑا دیا تھا'' وہ بولا۔ ''لیکن مجھے علم نہیں کہ وہ کس وقت گھر میں داخل ہوئی تھی۔''

''البتہ جب میں نے اسے دیکھا تو وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی۔ وہ اس کوچ پر اس طرح پڑی تھی۔ جیسے گہری نیند سو رہی ہو لیکن اس کی آنکھیں پوری طرح کھلی ہوئی تھیں۔'' عرفان نے ایک طرف اشارہ کیا۔

روزینہ نے دہشت زدہ نگاہوں سے اس صوفے کی طرف دیکھا۔

''میرے لیے یہ ایک دلچسپ بات تھی۔'' عرفان بات جاری رکھتے ہوئے پرسکون لہجے میں بولا۔ ''اس سے پہلے میں نے کبھی کوئی لاش نہیں دیکھی تھی۔ میں نے اس سے پہلے اپنے اندر اتنی سرد مہری بھی محسوس نہیں کی تھی۔ لاش دیکھ کر میں نے سوچا تھا کہ کمال نے اسے ختم کر دیا ہے بات ختم......''

''لیکن...... تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسے میرے شوہر نے قتل کیا تھا۔'' روزینہ جلدی سے بولی۔

''اس کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔'' وہ اپنی دھن میں کہے جا رہا تھا۔ ''کمال نے اسے

ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ بات ختم میں اس پر الزام نہیں لگا رہا لیکن ہو سکتا ہے کہ شیرانہ نے ایسی کوئی حرکت کی ہو۔"

روزینہ اس کے لہجے پر چونکے بغیر نہ رہ سکی۔ وہ کمال کا نام ہمیشہ احترام سے لیا کرتا تھا لیکن اس وقت صرف کمال کہہ رہا تھا۔

"میں کیسے سمجھ لوں کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔" روزینہ اپنی اندرونی...... کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔ "یہ صرف تمہارے الفاظ ہیں کہ تم نے شیرانہ کو مردہ حالت میں دیکھا تھا اور کمال تمہاری آواز سن کر بھاگ کھڑا ہوا تھا۔"

"آپ مجھ پر قتل کا الزام عائد نہیں کر سکتیں۔" عرفان سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "میں نے تو کمال پر ایک احسان کیا تھا۔ جی ہاں! شیرانہ کی لاش کو میں نے ہی یہاں سے لے جا کر جھیل میں ڈالا تھا۔ اگرچہ اس میں بہت بڑا خطرہ تھا لیکن یہ بھی غنیمت تھا کہ اس وقت راستے میں کسی سے سامنا نہیں ہوا۔"

"تو وہیل چیئر تم نے اسٹوڈیو سے باہر نکالی تھی۔"

"یہ درست ہے۔ مجھے اچانک ہی خیال آ گیا تھا کہ لاش کو یہاں سے فوراً ہی غائب کر دینا چاہیے۔ اس کے لیے میں نے وہیل چیئر کو استعمال کیا تھا۔ جھیل کے پاس پہنچ کر مجھے جھاڑیوں میں ہلکی سی سرسراہٹ محسوس ہوئی تھی لیکن کسی کی موجودگی کا پتا نہیں چلا تھا۔"

اس کے چہرے پر ایک لمحہ کو خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے لیکن اس نے فوراً ہی اپنی کیفیت پر قابو پا لیا تھا اور بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "صبح سویرے ہی میں پھر جھیل پر پہنچ گیا۔ لاش درخت کی شاخوں میں الجھی ہوئی تھی۔ میں اسے پانی میں دھکیلنے کی کوشش کر رہا تھا کہ رضوانہ وہاں پہنچ گئی، وہ یہ ہی سمجھی کہ میں لاش کو باہر نکال رہا ہوں۔ خوش قسمتی سے اس نے

پولیس کو یہی بتایا کہ ہم دونوں تقریباً بیک وقت وہاں پہنچے تھے۔ جس کی وجہ سے پولیس مجھ پر کسی قسم کا شبہ نہ کر سکی۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے یہ سب کچھ محض کمال کی خاطر کیا تھا۔" روزینہ نے غیر یقینی لہجے میں کہا۔

"ہاں۔" عرفان نظریں جھکا کر بولا۔ "کمال ہمیشہ مجھ پر مہربان رہا ہے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کی باقی زندگی جیل میں گزرے۔"

"اوہ......وہ سفید اسکارف جو تم نے اپنی دوست کو دیا تھا۔"

"جب میں لاش کو پانی میں دھکیل رہا تھا تو وہ اسکارف اس کے کوٹ کی جیب سے گر گیا تھا۔ میں نے اتنے قیمتی اسکارف کو ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔" عرفان نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔

"اور رقم کے بارے میں کیا کہتے ہو۔"

عرفان کی نظریں غیر ارادی طور پر الماری کی طرف اٹھ گئیں۔ پھر رخ بدل کر بولا۔

"میں سمجھ نہیں رہا آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔"

"تم میرا مطلب اچھی طرح سمجھ رہے ہو۔ تم نے اس الماری کی دراز سے بیس ہزار روپے نکالے تھے۔" روزینہ نے الماری کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ بیس ہزار روپے نہیں تھے۔" عرفان نے جلدی سے کہا۔

"گویا تم رقم کی چوری کا اعتراف کرتے ہو۔" روزینہ کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ آ گئی۔

"میں نے وہ رقم قرض سمجھ کر لی تھی۔" وہ مدھم لہجے میں اعتراف کرتے ہوئے بولا۔ "وہ

بیس ہزار نہیں دس ہزار روپے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔دس ہزار ہی تھے۔اجازت کے بغیر کسی کے گھر سے کوئی چیز اٹھانا قرض نہیں چوری ہی کہلاتا ہے۔"

"یہ جاننے کے بعد کہ میں نے کمال کو ایک بہت بڑی مصیبت سے بچانے کے لیے ایک اچھا کام کیا ہے۔مجھے یقین تھا کہ کمال رقم اس طرح لیے جانے پر کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔میری نیت تھی کہ مجھے جب بھی کوئی ملازمت ملے گی۔میں سب سے پہلے یہ رقم واپس کروں گا۔"

"وہ رقم۔" روزینہ کاروباری لہجہ اختیار کرتے ہوئے بولی۔"اسے ہم قرض ہی کہیں گے لیکن آئندہ ایسی کوئی حرکت مت کرنا۔ورنہ کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔"

اس نے الماری کی دراز سے ایک کاغذ نکال کر اس پر دس ہزار روپے کے قرض کی رسید لکھی اور کاغذ عرفان کی طرف بڑھاتے ہوئے دستخط کرنے کو کہا۔

عرفان نے تحریر پڑھ کر دستخط کر دیے۔پھر کاغذ لوٹاتے ہوئے بولا۔"رسید تو میں نے لکھ دی لیکن کمال نے جو کچھ کیا ہے۔اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو! عرفان!" وہ ٹھوس لہجے میں بولی۔"کہ کمال نے شیرانہ کا قتل نہیں کیا۔اسے تو یہ تک علم نہیں تھا کہ شیرانہ یہاں آئی تھی۔تم نے یہاں کمال کو نہیں دیکھا تھا۔تم نے تو اس آدمی کی جھلک تک نہیں دیکھی تھی جو تمہاری آواز سن کر بھاگ کھڑا ہوا تھا۔میں غلط تو نہیں کہہ رہی۔"

"نہیں لیکن کمال۔"

"کمال نہیں۔" روزینہ نے اس کی بات کاٹ دی۔"وہ کوئی اجنبی تھا جو تمہاری آواز سن کر

بھاگا تھا۔ پھر شیرانہ کی لاش دیکھ کر تم یہ ہی سمجھے کہ بھاگنے والا کمال تھا۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ کمال گھر سے باہر جاتے ہوئے عقبی دروازہ کھلا چھوڑ گیا تھا۔ شیرانہ جب آئی تو کال بیل کا جواب نہ پا کر عقبی دروازے سے اندر داخل ہو گئی اور وہ شخص جو محض اس خیال سے شیرانہ کا تعاقب کر رہا تھا کہ اسے میرے شوہر سے بات کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ اس کے فوراً ہی بعد گھر میں داخل ہوا اور اس نے شیرانہ کو قتل کر دیا اور پھر تمہاری آواز سن کر وہ بھاگ نکلا۔ یقین کرو یہ سارا واقعہ بالکل اسی طرح پیش آیا تھا۔"

روزینہ کی نظریں عرفان پر جمی ہوئی تھیں۔ جس کے تاثرات ہر لحظہ بدل رہے تھے۔ پھر یوں محسوس ہوا جیسے اس نے روزینہ کی بات کا یقین کر لیا ہو۔

"آپ کا مطلب ہے کہ میں نے انجانے میں کسی ایسے آدمی کی مدد کر ڈالی جسے میں قطعی نہیں جانتا۔" وہ بولا۔

"یہ ہی سمجھ لو لیکن اب تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ اپنی زبان بند رکھو۔ ورنہ تم اپنے لیے ضرور مصیبت کھڑی کر لو گے۔ اب تم جاؤ مجھے ضروری کام نمٹانے ہیں۔" روزینہ نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

عرفان چند لمحے الجھی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اٹھ کر باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی روزینہ اوپر کی منزل پر پہنچ گئی اور کچھ ضروری چیزیں پیک کرنے لگی۔ اس کے کچھ دیر بعد وہ کار پر واپس جا رہی تھی۔

سڑک ناہموار تھی۔ جس کی وجہ سے کار کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ ابھی وہ کچھ دور ہی گئی تھی کہ مخالف سمت سے آتی ہوئی ایک کار کے ہیڈ لیمپس کی تیز روشنی میں اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ وہ سرخ رنگ کی ایک چھوٹی سی کار تھی جو اس کے قریب سے گزر گئی تھی۔ مین روڈ پر

پہنچنے سے پہلے اس نے عقبی منظر پیش کرنے والے آئینے میں دیکھا تو وہ کار واپس مڑ رہی تھی۔

غالباً اس کار کا ڈرائیور اجنبی تھا جو راستہ بھول گیا تھا اور اب کار کو واپس موڑ رہا تھا۔

اس مرتبہ روزینہ جھیل کنول کے قریب والی سڑک پر پہنچی تھی کہ وہی کار اس سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے آگے نکل کر درختوں کے درمیان ایک چھوٹی سی سڑک پر مڑ گئی۔ سامنے آنے والی دو کاریں، اور ایک موٹر سائیکل اس کے قریب سے گزر گئی اور پھر اچانک ایک آدمی سڑک پر نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سفری بیگ تھا۔ دوسرا بیگ سڑک پر رکھا ہوا تھا اور سوئیٹر پہننے کے بجائے اس نے اس کی آستین گلے پر ایسے لپیٹ رکھی تھیں کہ سوئیٹر کا باقی حصہ پشت پر جھول رہا تھا۔ وہ کوئی بے فکر نوجوان ہی لگتا تھا جو کہیں پکنک سے آیا تھا۔ یا کہیں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس نے سڑک کے بیچ میں آ کر کار کو رکنے کا اشارہ دیا۔ ممکن ہے روزینہ اس کے اشارے کی پرواہ نہ کرتی۔ سیدھی نکل جاتی لیکن کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں اس آدمی کی شکل دیکھ کر روزینہ کے پیر خود بخود بریک پر پہنچ گئے۔ وہ عبداللہ خان تھا۔ کار ذرا آگے جا کر رکی، عبداللہ خان تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا قریب پہنچ گیا۔

"ارے خان صاحب! کہیں پکنک منانے جا رہے ہیں کیا کہاں غائب ہو گئے تھے آپ۔" روزینہ کھڑکی سے گردن نکالتی ہوئی بولی۔

"میں شہر سے باہر چلا گیا تھا۔ واپس پر میری گاڑی نے دھوکہ دے دیا۔ ٹرین سے آنا پڑا۔ اسٹیشن سے پیدل آ رہا ہوں۔ آپ ہی کے گھر کی طرف جا رہا تھا۔"

"کیوں خیریت۔" روزینہ نے پوچھا۔ وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ پولیس اسے تلاش کرتی پھر رہی ہے لیکن پھر کسی فوری خیال کے تحت اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ مبادا وہ پھر غائب ہو جائے۔

"میں مسٹر کمال کو ایک اہم اطلاع پہنچانا چاہتا ہوں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے شیرانہ کے کسی نئے دوست کے بارے میں بتایا تھا۔ جس سے وہ خطرہ محسوس کر رہی تھی۔ اس کا نام رضوان ہے۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ دوہری شخصیت اپنائے ہوئے ہے۔ یعنی اس نے دو مختلف نام اپنا رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک نام ایسا ہے کہ آپ کے شوہر بھی اسے پہچان لیں گے۔"

"اوہ...... اور وہ نام یقیناً رضوان نہیں ہوگا۔ کیونکہ کمال اس نام کے کسی شخص کو نہیں جانتے۔" روزینہ نے کہا۔ اور پھر فوراً ہی اس کے ذہن میں ایک خیال ابھرا کہ وہ رحمان کو تو رضوان نہیں کہہ رہا تھا۔ مگر اس نے فوراً ہی اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اسی لمحہ درختوں کی طرف سے کسی الو کے بولنے کی آواز سنائی دی۔ نجانے کیا بات تھی کہ یہ آواز سن کر روزینہ کے جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔

"اگر آپ کسی بہت ضروری کام سے نہ جا رہی ہوں تو گھر واپس چلیے۔ میں مسٹر کمال سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" عبداللہ بولا۔

"کمال اس وقت گھر پر نہیں ہیں۔" روزینہ نے جواب دیا۔ "ہم ان دنوں نور پور میں اس کی خالہ کے ہاں مقیم ہیں۔"

"یہ تو اور بھی اچھا ہے۔" عبداللہ خان کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

"کیا رضوان نامی وہ شخص بھی نور پور میں کہیں مقیم ہے۔" روزینہ نے اس کی نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔

"آپ کا اندازہ بالکل درست ہے۔ مسز کمال!" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔ گاڑی میں بیٹھ جایئے۔" روزینہ نے اشارہ کیا۔

عبداللہ خان اس کے پہلو والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ روزینہ کار کو آگے بڑھاتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ نور پور کی آبادی ہزاروں افراد پر مشتمل ہے۔ رضوان اور رحمان بھی انہی ہزاروں میں سے ایک ہیں۔ ممکن ہے اس نام کے ایک سے زیادہ افراد ہوں لیکن اس کے ذہن میں نت نئے شبہات جنم لینے لگے تھے۔

”یہاں سے دائیں طرف موڑ لو۔“ عبداللہ خان نے ایک دوراہے پر پہنچ کر کہا۔ اس کے لہجے میں تحکم نمایاں تھا۔

روزینہ اس کے اس انداز پر بری طرح چونک گئی اس کے ساتھ ہی اسے اپنے پہلو میں کسی سخت چیز کی چبھن محسوس ہوئی۔ اس نے غیر ارادی طور پر بریک پیڈل دبا دیا۔ پہلے اس نے متوحش نگاہوں سے عبداللہ خان کو دیکھا اور پھر پستول کی طرف دیکھا۔ جس کی نال اس کے پہلو میں گڑ رہی تھی۔

”ہاں یہ پستول ہی ہے۔ کوئی کھلونا نہیں۔“ عبداللہ خان نے کہا۔ اس کا تنفس الجھا ہوا اور آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ ”تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ میں جو کچھ کہوں اس پر بے چوں چرا عمل کرتی رہو۔“ اس نے پستول کا دباؤ بڑھا دیا۔

روزینہ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ حقیقت میں ہو رہا ہے۔ اب اسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ پولیس سے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کیوں۔ اس نے گاڑی آگے بڑھا دی اور اس سامنے سے آتی ہوئی ایک گاڑی کو دیکھ کر دائیں طرف مڑنے کا سگنل روشن کر دیا۔ سامنے والی گاڑی نے بھی لائٹ ڈم کر دی۔

”اس گاڑی کو کسی قسم کا اشارہ دینے کی کوشش مت کرنا۔“ عبداللہ خان نے وارننگ دی۔

روزینہ نے گاڑی دائیں طرف کچی سڑک پر موڑ دی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی نظر عقبی

منظر پیش کرنے والے آئینے کی طرف اٹھ گئیں۔

دوسری کار بھی مڑ کر اب اسی طرف آ رہی تھی۔ اس کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا کہ اگر کسی طرح وہ دوسری کار کے ڈرائیور کو اپنی نازک صورتحال کا احساس دلانے میں کامیاب ہو جائے تو اسے مدد مل سکتی ہے۔ عبداللہ خان آڑا ہو کر بیٹھ گیا۔ پستول ابھی تک روزینہ کے پہلو کو چھو رہا تھا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ پھر اس کے منہ سے ہلکی سی غراہٹ نکلی۔

"اگر وہ کار اوورٹیک کرنا چاہے تو اسے راستہ دے دینا لیکن کسی قسم کا اشارہ کرنے کی کوشش مت کرنا۔ ورنہ میں بے دریغ گولی چلا دوں گا۔ رفتار بڑھا دو اور ایک منٹ کے بعد ایک مرتبہ پھر دائیں طرف مڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

روزینہ کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اگر اس کے حکم کی خلاف ورزی کی گئی تو وہ اپنی دھمکی پر عمل بھی کر ڈالے گا۔ اس نے عقب نما شیشے کی طرف دیکھا۔ دوسری کار متوسط رفتار سے پیچھے چلی آ رہی تھی۔ گویا اس کا آگے نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"اب پھر دائیں طرف موڑ دو۔" عبداللہ نے حکم دیا۔

روزینہ نے بلا حیل و حجت گاڑی دائیں طرف کسی تنگ سی سڑک پر موڑ دی جو جھیل کنول والے جنگل کے اوپر سے گھومتی ہوئی ویرانے کی طرف چلی گئی تھی۔

عبداللہ خان نے ایک بار پھر پیچھے مڑ کر دیکھا اور پستول کا دباؤ بڑھاتے ہوئے اسے رفتار تیز کرنے کا حکم دیا۔

"رفتار بڑھانا مشکل ہے۔ تم خود بھی دیکھ رہے ہو کہ سڑک بہت تنگ ہے۔" روزینہ نے جواب دیا اور ایک مرتبہ پھر آئینے میں دیکھا۔ دوسری کار اب نظر نہیں آ رہی تھی۔ ممکن ہے۔ وہ محض اتفاق سے ان کے پیچھے لگی رہی ہو اور ادھر مڑنے کے بجائے سیدھی نکل گئی ہو۔

اپنے آپ کو بے یار و مددگار پا کر روزینہ کے بدن میں سنسنی کی ایک لہر دوڑ گئی لیکن وہ کوشش کر رہی تھی کہ چہرے سے اس کی اندرونی کیفیت کا اظہار نہ ہونے پائے۔

دوسرا موڑ گھوم کر کار نے چند ہی گز کا سفر طے کیا تھا کہ سامنے لگے ہوئے آئینے میں دو روشنیاں چمکتی ہوئی نظر آئیں۔ دوسری گاڑی اگرچہ بہت پیچھے تھی لیکن ایک بار پھر ایک امید سی بندھ گئی تھی کہ اس ویرانے میں وہ اس پاگل کے ساتھ تنہا نہیں ہے۔

وہ پچھلی کار کے بارے میں سوچنے لگی جو سڑک تنگ ہونے کی وجہ سے کچھ دور تک انہیں اوورٹیک نہیں کر سکے گی۔ یوں بھی لگتا تھا جیسے اس کار ڈرائیور کو کسی قسم کی عجلت نہیں تھی۔

سامنے لگے ہوئے آئینے میں نظر آنے والی روشنی بتا رہی تھی کہ ان دونوں کاروں کے درمیان جو فاصلہ قائم تھا۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو رہی تھی۔ کچھ آگے سڑک کے کنارے ایک فارم ہاؤس واقع تھا۔ جس کی کھڑکیوں کی روشنی نظر آ رہی تھی۔ روزینہ دل ہی دل میں دعا مانگنے لگی کہ کاش! مکان کے سامنے سڑک پر کوئی گاڑی یا ٹریکٹر وغیرہ کھڑا ہوتا کہ اپنی کار کو روکنے یا آہستہ کرنے کا موقع مل سکے۔

اس نے طے کر لیا تھا کہ اگر ایسا کوئی موقع ملا تو وہ دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دے گی اور مدد کے لیے چیخنے لگے گی لیکن فارم ہاؤس کے سامنے سڑک صاف تھی۔ اسے اپنی بدقسمتی پر رونا آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ کمال کے بارے میں سوچنے لگی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو کتنا چاہتے ہیں لیکن اس کے مرنے کے بعد کمال کو اس کی لاش کے بارے میں پتا بھی نہ چل سکے گا۔

فارم ہاؤس کے سامنے سے گزرتے ہوئے۔ ایک روشن کھڑکی میں کسی آدمی کا سایہ نظر آیا۔ مکان کے سامنے بیٹھا ہوا کتا کار کی آواز سن کر بھونکنے لگا۔

لیکن مکان اور کتا بہت پیچھے رہ گئے اب سامنے سیدھی سڑک تھی جو بتدریج بلند ہوتی ہوئی

ایک چھوٹی سی پہاڑی کے دامن سے گزرتی چلی گئی تھی۔ عبداللہ خان نے مڑ کر پیچھے آنے والی کار کو دیکھا اور پھر اس کی طرف رخ کر کے تحکمانہ لہجے میں بولا۔

''اب سڑک صاف ہے کار کی رفتار بڑھاؤ...... جلدی کرو۔''

پستول کے دباؤ سے مجبور ہو کر روزینہ نے رفتار بڑھا دی۔

''یہ سڑک کسی خاص مقام تک نہیں جاتی۔ آگے کوئی آبادی نہیں ہے۔ پہاڑی سلسلہ ہے۔'' وہ بولی۔

''میں جانتا ہوں۔ تم خاموشی سے کار چلاؤ۔'' عبداللہ خان نے غراتے ہوئے کہا۔

روزینہ ایک مرتبہ پہلے بھی کمال کے ساتھ یہاں آچکی تھی۔ اسے یاد تھا کہ یہاں سے کچھ آگے پہاڑی کے دامن میں گھاس کا ایک وسیع و عریض علاقہ تھا۔ جس میں خودرو پودوں کی بہتات تھی۔ یہاں چھٹی کے روز پکنک کے لیے بھی آیا کرتے تھے۔ سڑک کے ایک طرف درختوں کی قطار ختم ہوتے ہی ڈھلان شروع ہوگئی تھی۔ جبکہ بائیں طرف کھڈ تھا۔ جس سے بچاؤ کے لیے سڑک کے کنارے جنگلہ لگا ہوا تھا۔

''یہیں روک لو۔'' عبداللہ نے اس کے پہلو میں پستول کا دباؤ بڑھاتے ہوئے حکم دیا۔

روزینہ نے کار روک کر عجیب سی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ غالباً یہ اندازہ لگانا چاہتی تھی کہ آخر یہ چاہتا کیا ہے۔

''تم مجھے اس ویرانے میں کس لیے لائے ہو۔'' اس نے بالآخر پوچھ ہی لیا۔'' اس کے لہجے میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔

''تم نے مجھے دیکھ لیا تھا۔'' عبداللہ خان اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولا۔

''دیکھ لیا تھا' کیا مطلب۔'' روزینہ نے الجھی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

”جب تم شیرانہ کے ساتھ مارس ریسٹورنٹ کے سامنے سے گزر رہی تھیں تو میں ریسٹورنٹ کے سامنے کھڑا تھا۔ میری کار بھی وہیں موجود تھی۔ شیرانہ آگے کو جھکی تم سے کچھ کہہ رہی تھی۔ اس نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی لیکن تم نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ اس وقت تک میں نہیں جانتا تھا کہ تم کون ہو لیکن جب میں شیرانہ سے ملنے کے بہانے نیو کاٹیج پہنچا تو تمہیں دیکھ کر چونک گیا تھا۔ تم نے مجھے نہیں پہچانا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ کسی نہ کسی موقع پر تم میری شناخت کر لوگی۔“

”میں اب تک نہیں سمجھ سکی کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔“ روزینہ نے کہا۔

خوف کی شدت سے اس کا گلا اور ہونٹ خشک ہو رہے تھے۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ شیرانہ کو لفٹ دیتے ہوئے جب وہ مارس ریسٹورنٹ کے سامنے سے گزری تھی تو اس نے گیٹ کے سامنے روشنی میں ایک آدمی کو کھڑے دیکھا تھا۔ اب اسے یاد آ رہا تھا کہ وہ عبداللہ خان ہی تھا لیکن اس بارے میں تو اس کے ذہن میں خیال تک نہیں آیا تھا۔

اب اس کے ذہن میں ایک اور بھیانک خیال جنم لے رہا تھا۔ شیرانہ کا وہ نیا دوست عبداللہ ہی تھا۔ جس سے خطرہ محسوس کرتے ہوئے شیرانہ مدد حاصل کرنے کے لیے کمال کے پاس دوڑی چلی آئی تھی اور عبداللہ بھی شیرانہ کا تعاقب کرتے ہوئے نیو کاٹیج تک پہنچ گیا تھا۔ گویا رضوان نامی اس شخص کا کوئی وجود نہیں تھا۔ جس کے بارے میں عبداللہ نے ہی بتایا تھا۔ وہ غالباً اس کے ذہن کی اختراع تھی۔ ممکن ہے وہ خود ہی اس دوہری شخصیت کا مالک ہو۔

”میں شیرانہ کے قتل کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔“ عبداللہ خان اس کے خیالات کو پڑھتے ہوئے بولا۔ ”میں اسے واپس لے جانے کے لیے آیا تھا۔ اگرچہ وہ مجھے بتائے بغیر غائب ہو گئی تھی لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ کمال کے علاوہ کہیں نہیں جا سکتی۔ کمال کا ایڈریس مجھے اس کے

کاغذات سے مل گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہی چلا آیا گھنٹی کے جواب میں دروازہ اسی نے کھولا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی خوف سے دیکھنے لگی۔ میں نے اسے خاموش کرانے کی نیت سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ کیونکہ خدشہ تھا کہ اس کی چیخوں کی آواز سن کر پڑوسی نہ پہنچ جائیں لیکن جب میں نے اسے چھوڑا تو وہ ختم ہو چکی تھی۔"

وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر دوبارہ کہنے لگا۔

"میرا خیال تھا کہ اسے دل کا دورہ پڑا تھا۔ جس کے بارے میں وہ مجھے پہلے ہی بتا چکی تھی۔ میں اس کا ہینڈ بیگ تلاش کرنے لگا۔ تا کہ اس میں رکھی ہوئے گولیوں کی مدد سے اسے بچا سکوں لیکن بیگ کہیں نہیں ملا۔ میں نے اس کی نبض ٹٹول کو دیکھی۔ وہ واقعی ختم ہو چکی تھی۔ پھر میں نے اسے صوفے پر لٹا دیا۔ عین اسی لمحے کسی کی آواز سنائی دی اور مجھے وہاں سے راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔"

وہ خاموش ہو کر روزینہ کو گھورنے لگا۔ پھر ناگوار سے لہجے میں بولا۔

"اس کی لاش کو جھیل میں ڈالنا ایک گھناؤنی حرکت تھی۔ یہ مشورہ کس نے دیا تھا تم نے یا کمال نے۔"

روزینہ نے کوئی جواب دینا چاہا لیکن اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "لیکن جب میں نے اخبار میں پڑھا کہ اس کی لاش جھیل سے برآمد ہوئی ہے تو صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے مجھے خود یہاں آنا پڑا۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا تھا کہ ممکن ہے کہ جس عورت کی لاش جھیل سے برآمد ہوئی تھی۔ وہ شیرانہ نہ ہو۔ مجھے یہ بھی خدشہ تھا کہ شاید شیرانہ مری نہ ہو اور بعد میں ہوش آنے پر کہیں اور چلی گئی ہو۔"

روزینہ کی پسلیوں میں پستول کا دباؤ کم ہو گیا تھا لیکن وہ جیسے ہی اس کی طرف مڑی۔ عبداللہ خان نے پستول پھر اس کے پہلو سے لگا دیا۔

"میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر اب بھی تم پولیس کے پاس چلے جاؤ تو تمہارے خلاف الزام کی شدت کم ہو سکتی ہے۔" روزینہ نے بالآخر اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"پولیس۔" عبداللہ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "پولیس اس شخص کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرے گی جو پہلے ہی مختلف جرائم میں ملوث رہا ہو۔"

روزینہ کا چہرہ دھواں ہو گیا تھا۔ عبداللہ خان نے ایک ہاتھ سے اس کا بازو پکڑ لیا اور پستول والا ہاتھ اوپر اٹھانے لگا۔

روزینہ کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ اسے گولی مارنے کے بجائے ریوالور کے دستے سے ضربیں لگا کر ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ روزینہ نے اچانک ہی دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ پستول کا دستہ سر کے بجائے اس کے کندھے پر لگا تھا۔ ضرب خاصی شدید تھی۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ پشت کے بل گری تھی لیکن فوراً ہی سنبھل کر تاریک سڑک پر دوڑنے لگی۔

اپنے تعاقب میں اسے عبداللہ خان کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ روزینہ کا سانس پھول رہا تھا۔ درختوں سے ٹکرانے والی تیز ہواؤں کی سائیں سائیں کی آواز دل پر دہشت طاری کر رہی تھی۔

پھر اچانک درختوں کی چوٹیوں پر روشنی چمکتے دیکھ کر اسے امید بندھی' غالباً وہ کوئی کار تھی جو فارم ہاؤس کی طرف سے آ رہی تھی۔ کار ڈھلان میں تھی اور اس کی روشنی درختوں پر پڑ رہی تھی۔ کار اگرچہ کسی بھی لمحے وہاں پہنچ سکتی تھی لیکن چند لمحے بھی اسے قیامت سے بھاری لگ

رہے تھے لیکن یہ قیامت خیز لمحات بھی گزر گئے اور کار سامنے سڑک پر دکھائی دینے لگی۔

''مدد۔'' وہ کار کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے چیخی۔

کار اس کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی رک گئی۔ ایک آدمی نیچے اتر کر اس کی طرف دوڑا۔

''روزی' روزی......'' وہ شخص چیخا وہ کمال تھا۔

روزینہ کو کچھ سوچنے کا موقع نہ مل سکا۔ ٹھیک اسی لمحے جب کمال نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ویرانہ گولی کی آواز سے گونج اٹھا۔

گولی روزینہ کے کندھے پر لگی اور وہ کمال کے بازوؤں میں جھول گئی۔ اس کا ذہن تاریکی میں ڈوب رہا تھا۔ اس نے نیم وا آنکھوں سے کمال کی طرف دیکھا۔

''کمال وہ' وہ عبداللہ خان......'' جملہ مکمل کیے بغیر وہ بے ہوش ہوگئی۔

''رحمان بھاگو جانے نہ پائے۔'' کمال چیخا۔ اس نے روزینہ کو زمین پر لٹا دیا اور دونوں عبداللہ خان کی طرف لپکے جو اس دوران روزینہ کی گاڑی لے کر فرار ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک طویل جدوجہد شروع ہوگئی لیکن بہر حال عبداللہ خان ان کے شکنجے میں آ ہی گیا۔

☆......☆......☆

''آپ واقعی بہت خوش قسمت ثابت ہوئی ہیں۔ مسز کمال۔'' انسپکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اگر آپ کے شوہر بروقت وہاں نہ پہنچ جاتے۔ تو وہ آپ کو ختم بھی کر سکتا تھا۔''

''میں تو اسے معجزہ ہی کہوں گی۔'' روزینہ کمال کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

''لیکن مجھے حیرت ہے کہ یہ وہاں کیسے پہنچ گئے۔''

''یہ سب رحمان کی گاڑی کا کمال ہے۔'' کمال نے جواب دیا۔ ''اس کی گاڑی ٹھیک کرنے کے بعد ہم محض اسے چیک کرنے کے لیے کھلی سڑک پر لے گئے تھے۔ مین روڈ پر

تمہاری کار کو دیکھ کر میں چونک گیا تھا۔ جب تمہاری گاڑی چھوٹی سڑک پر مڑی تو تمہارے ساتھ کسی آدمی کو دیکھ کر میں چونک گیا تھا اور میرے ذہن میں طرح طرح کے خدشات جنم لینے لگے۔ ہم نے تمہارا تعاقب شروع کر دیا لیکن گاڑی ایک بار پھر خراب ہوگئی۔ اس خرابی کا بھی ہمیں جلد ہی پتا چل گیا۔ خدا کا شکر ہم وہاں پہنچے تو تم صحیح سلامت تھیں۔"

"یہ بات تو ہوئی۔" انسپکٹر انہیں اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے بولا۔

"اگر آپ لوگ شروع ہی میں حقیقت بتا دیتے تو یہ ساری تکلیفیں نہ اٹھانا پڑتیں۔"

کمال نے روزینہ کی طرف دیکھا جو اپنے جسم پر چادر درست کر رہی تھی۔

وہ سب لوگ اس وقت اسپتال کے ایک کمرے میں تھے۔ گزشتہ رات یہاں لانے کے کچھ دیر بعد ہی اسے ہوش آ گیا تھا لیکن اس کے ذہن پر وحشت سی طاری ہوگئی تھی۔ اس لیے مکمل آرام کے خیال سے اسے رات بھر کے لیے اسپتال ہی میں روک لیا گیا تھا۔

"مگر۔" روزینہ بولی۔ "یہ عبداللہ خان کون ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ اس نے جو کچھ بھی اپنے بارے میں بتایا ہے۔ وہ غلط ہے۔"

"عبداللہ خان دراصل وہ نہیں جو آپ لوگ سمجھ رہے ہیں۔" انسپکٹر مسکرا دیا۔

"مسٹر کمال سے طلاق حاصل کرنے کے بعد شیرانہ نے عمر بیگ نامی ایک شخص سے شادی کر لی تھی۔ عمر بیگ اصل میں ایک بلیک میلر تھا۔ اس نے ایک دولت مند عورت کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی تو اسے خود اپنی جان بچانی مشکل ہوگئی۔ وہ روپوش ہو گیا۔ اس وقت وہ عمر بیگ نہیں راجہ پرویز تھا۔ شیرانہ کو وہ عمر بیگ کی حیثیت سے ملا تھا۔ شادی کے بعد وہ کسی دوسرے شہر منتقل ہو گئے۔ وہاں بھی اس نے یہ ہی کاروبار جاری رکھا لیکن زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اس نے شیرانہ کو اعتماد میں لے کر ایک اور منصوبہ بنایا۔ ایک بہت بڑی

انشورنس پالیسی حاصل کی اور چند قسطوں کی ادائیگی کے بعد اپنی موت کا ڈھونگ رچا کر ایک بار پھر غائب ہو گیا۔

انشورنس کی رقم شیرانہ کو مل گئی۔ پروگرام کے مطابق شیرانہ کو وادی کنانہ میں اسے ملنا تھا لیکن اس کی نیت میں فتور آ گیا اور وہ رقم لے کر نظام آباد پہنچ گئی۔ کچھ عرصہ بعد عمر بیگ بھی اسے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ شیرانہ کے پاس فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا اور اسے عمر بیگ سے مفاہمت کرنا پڑی لیکن دونوں کی نیت صاف نہیں تھی۔

وہ ایک دوسرے کو داؤ لگانے کے لیے موقع کی تلاش میں تھے۔ عمر بیگ کو انشورنس کمپنی کی طرف سے بھی خطرہ تھا۔ اس نے اصلیت چھپانے کے لیے بھیس بدل کر عبداللہ خان کی شخصیت اپنالی اور نیا کاروبار بھی جاری رکھا۔ اسی دوران ایک قیمتی نیلم اس کے ہاتھ لگ گیا۔ موقع ملتے ہی شیرانہ ایک بار پھر نہ صرف اسے غچہ دے گئی بلکہ نیلم بھی لے اڑی۔ عمر بیگ اس کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ شیرانہ کو شبہ تھا کہ اس بار وہ اسے قتل کر دے گا۔ وہ پناہ کی تلاش میں یہاں چلی آئی لیکن عمر بیگ بھی اسے ڈھونڈتا ہوا یہاں پہنچ گیا اور اس طرح مسز کمال اس چکر میں پھنس گئیں۔ بہر حال یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ عبداللہ خان کے وار سے بچ گئیں۔"

"آپ نے بتایا تھا کہ شیرانہ کا ہینڈ بیگ مل گیا تھا۔ کیا اس میں وہ نیلم موجود تھا۔" روزینہ نے پوچھا۔

"نہیں نیلم کا کچھ پتا نہیں چل سکا۔ خدا جانے کہاں غائب ہو گیا۔"

"اگر نیلم ہینڈ بیگ میں موجود تھا تو یقیناً وہ بھی مل جائے گا۔"

"کیا مطلب۔" انسپکٹر نے روزینہ کو گھورا۔

”میرا مطلب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کہیں گر گیا ہو اور کسی کو مل جائے۔“ روزینہ نے بات بنائی۔

”بہر حال۔“ انسپکٹر نرس کو آتے دیکھ کر اٹھتے ہوئے بولا۔ ”پولیس کے بارے میں آپ کا تاثر غلط تھا۔ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھیے مسٹر کمال کہ پولیس تحقیقات کے بغیر کسی بے گناہ کو جیل میں بند نہیں کر سکتی۔ صحیح تحقیقات صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ لوگ بھی پولیس سے تعاون کریں۔“

روزینہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے ذہن میں شیرانہ کے ہینڈ بیگ سے برآمد ہونے والا نیلم اور اپنے پڑوسی کرمداد کا چہرہ گڈمڈ ہو رہا تھا۔

انسپکٹر کے جانے کے بعد کمال نے نرس کی طرف دیکھا۔ پھر روزینہ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ ”جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ ڈیئر! نیو کا میچ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔“

روزینہ جواب میں صرف مسکرا کر رہ گئی تھی۔

✿......ختم شد......✿